

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ (ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

# ماہنامہ تشحیذ الاذہان ربوہ

ایڈیٹر
قمر داؤد کھوکھر

دسمبر ۱۹۸۹ء جنوری ۱۹۹۰ء

بچوں اور بچیوں کا پیارا رسالہ جسے بڑے بھی پورے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں

سالانہ نمبر

# ماہنامہ تشحیذ الاذہان ربوہ


| شمارہ ۱۲/۱ | دسمبر ۸۹ء - جنوری ۱۹۹۰ء | فتح ۱۳۶۸ - صلح ۱۳۶۹ ہش | جلد ۳۲/۳۳ |
|---|---|---|---|

(ایڈیٹر: قمر داؤد کھوکھر)

قیمت ماہوار ۲ دو روپے ۵۰ پچاس پیسے ٭ سالانہ ۲۵ روپے ٭ قیمت: پرچہ ہذا ۱۲ بارہ روپے ٭


## اس شمارہ میں



اس کے علاوہ
مستقل سلسلے، پہیلیاں، بچوں کے صفحات
اور بہت کچھ


پبلشر: مبارک احمد خالد ٭ پرنٹر: قاضی منیر احمد ٭ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ تشحیذ الاذہان دارالصدر جنوبی، ربوہ

# آپ احمدیّت کا مستقبل ہیں آپ پر بھاری ذمّہ داریاں عائد ہوتی ہیں

## اپنے دلوں پر خُدا کی محبّت، تقویٰ، سچ کی عادت اور کردار کی عظمت کے نقش جما لیں!

ان چاروں باتوں کو حرزِجاں بنالیں۔ اگر آپ ان اخلاقی قدروں کے پاسدار رہے تو خدا بھی آپ کی پاسداری کریگا

اطفال الاحمدیہ و ناصرات الاحمدیہ کے نام پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کا روح پرور پیغام

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

پیارے اطفال و ناصرات الاحمدیہ!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

احمدی بچّوں اور بچّیوں کے پیارے رسالہ تشحیذالاذہان کے لیئے صدرِ مجلس نے پیغام بھجوانے کی درخواست کی ہے۔ میری دُعا ہے کہ یہ خصوصی نمبر ہر لحاظ سے مفید اور آپ کے اندر نور و علم کی شمع فروزاں کرنے کا موجب ہو۔ (آمین)

اِس موقع پر آپ کے نام میرا مختصر سا پیغام یہ ہے کہ آپ احمدیت کا مستقبل ہیں اور اِس پہلو سے آپ پر بھاری ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ یہ ذمہ داریاں ادا

کرنے کے آپ حقیقی اہل نہیں بن سکتے جب تک کہ آپ بچپن سے ہی نقش علی الحجر کی طرح اپنے دلوں پر خدا کی محبت، تقویٰ، سچ کی عادت اور کردار کی عظمت کے نقش نہ جما لیں۔ اگر آپ ایسا کریں تو مجھے یقین ہے کہ دُنیا کی کوئی طاقت آپ کو خدا کی خاطر لوگوں کے دلوں کو جیتنے سے نہیں روک سکتی۔ اللہ آپ کے لیئے ساری دنیا میں پھیلنے کے سامان بڑی تیزی اور وسعت کے ساتھ پیدا فرما رہا ہے۔ یہی لائحہ عمل ہے جو ان سامانوں سے بڑی مستعدی کے ساتھ فیضیاب ہونے کے لیئے آئندہ آپ کے کام آئے گا۔ اس لیئے اِن چاروں باتوں کو حرزِ جان بنا لیں اور یاد رکھیں کہ اگر آپ اِن اخلاقی قدروں کے پاسدار رہے تو خدا بھی آپ کی پاسداری کریگا اور اگر آپ نے احمدیت کے عالمگیر غلبہ کے لیئے اِن روحانی ہتھیاروں سے اپنے آپ کو آراستہ کیا تو خدا بھی فتح و ظفر کی کلید آپ کے ہاتھوں میں ہی تھمائے گا۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو اور ہماری توقعات سے کہیں بڑھ کر آپ احمدیت کے امین ہوں۔

والسّلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

امام جماعت احمدیہ (الرابع)

قال اللہ تعالیٰ

# تقویٰ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ (اٰل عمران : ۱۰۳)

ترجمہ: اے ایماندارو! اللہ کا تقویٰ اس کی تمام شرائط کے ساتھ اختیار کرو۔

تقویٰ کے معنیٰ خدا سے ڈرنے اور ہر قسم کی بُرائیوں اور گناہوں سے بچنے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے ہوئے نیکیوں اور اچھائیوں کو اختیار کرے اور پھر نیکیوں میں ترقی کرتا چلا جائے۔ ایک بار حضرت ابوہریرہؓ سے کسی نے تقویٰ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ تم کانٹوں والی جگہ سے گزرتے ہو تو کیا کرتے ہو۔ پوچھنے والے نے کہا کہ یا اُس سے پہلو بچا کر چلتا ہوں یا اُس سے پرے رہتا ہوں یا پھر آگے نکل جاتا ہوں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ اسی کا نام تقویٰ ہے۔ گویا ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ جو انسان کے لئے کانٹوں کی طرح ہوتے ہیں اُن سے بچ کر زندگی گزارنا ہی تقویٰ ہے۔ اور یہی تقویٰ انسان کا خدا قبول فرماتا ہے اور اسی کے ذریعہ ہم خدا کے ہاں سرخرو ہو سکتے ہیں۔

قال الرّسولؐ

# سب سے بہتر عمل

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ شَیْءٍ فِی الْمِیْزَانِ اَثْقَلَ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے ترازو میں کوئی چیز اچھے اخلاق سے زیادہ وزن نہیں رکھتی۔

تمام نیکیوں کی بنیاد اخلاق ہی ہیں۔ ہمارے پیارے آقاؐ نے اخلاق کی طرف بہت زور دیا ہے اور ہر انسان کے ساتھ حُسنِ اخلاق سے پیش آنے کی تعلیم دی ہے اس لئے کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ جس چیز کی قدر ہے وہ اچھے اخلاق ہی ہیں۔

اداریہ

# آئیے ہم یہ عہد کریں!

عزیز نونہالو!

ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک خالصۃً مذہبی اور خدائی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور مذہبی جماعتیں با اخلاق بھی ہوتی ہیں اور باخدا بھی۔ اس پہلو سے ہمیں کن بنیادی اخلاق سے مزیّن ہونا چاہیئے اس کا ذکر ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۴ر نومبر ۸۹ء کے خطبۂ جمعہ میں فرمایا ہے۔ حضور نے بنیادی طور پر پانچ اخلاق کو عادت کے طور پر اپنا لینے کی تلقین فرمائی۔ وہ پانچ اخلاق یہ ہیں۔ اوّل: سچ کی عادت، دوسرا: نرم اور پاک زبان کا استعمال اور ایک دوسرے کا ادب۔ سوم: وسعتِ حوصلہ اور نقصان سے بچنا۔ چہارم: غریب کی ہمدردی اور دُکھ دُور کرنا۔ پنجم: مضبوط عزم و ہمّت۔ یہ وہ بنیادی اخلاق ہیں جن سے ہم اپنے اخلاق کی تعمیر کر سکتے ہیں۔

دوسری بات حضور نے عبادات سے متعلق بیان فرمائی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک نہ صرف پنجوقتہ نمازوں کا عادی ہو بلکہ اُسے نماز کا ترجمہ بھی آنا چاہیئے اور اُسے ہر روز صبح تلاوت کرنے کی بھی عادت ہونی چاہیئے۔

آئیے! ہم اپنے پیارے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اِن پانچ بنیادی اخلاق سے اپنی زندگیوں کو حسین بنانے، پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی، نماز کا ترجمہ سیکھنے اور تلاوتِ قرآن کریم کی عادت ڈالنے کا عہد کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اس عہد کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جب یہ خصوصی شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا تو نئے سال کا سورج طلوع ہو چکا ہوگا۔ لہٰذا ادارہ تشحیذ کی طرف سے آپ سب بچوں کو اور تمام پڑھنے والوں کو نیا سال مبارک ہو۔

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ کی مقدس تحریرات

# تبرکات

## ہمارا خدا:-

"وہ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو" (کشتی نوح صد۳۰)

"اے سُننے والو سُنو کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم اُسی کے ہو جاؤ۔ اُس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو، نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیساکہ پہلے زندہ تھا۔ اور اب بھی وہ بولتا ہے جیساکہ پہلے بولتا تھا۔ اور اب بھی وہ سُنتا ہے جیساکہ پہلے سُنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اِس زمانہ میں وہ سُنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سُنتا اور بولتا بھی ہے۔ اُس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں۔ کوئی صفت بھی معطّل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔ وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔" (الوصیّت صد۱۶)

## مبارک نبیؐ:-

"وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا اور کامل نبیؐ تھا۔ اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا۔ جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالَم کا عالَم مرا ہوا اُس کے آنے سے زندہ

ہو گیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیا، ختم المرسلین، فخر النبیین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" (اتمام الحجۃ صـ ۳۶)

"ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلۂ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفےٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔" (سراج منیر صـ ۸۲)

"اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے۔ اور اتم و اکمل سب رسولوں سے۔ اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں۔" (براہین احمدیہ صـ ۵۳۵)

"دنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گزرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے۔ لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مردِ خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔" (چشمۂ معرفت صـ ۲۰۰)

**کتاب اللہ:-** "تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ كُلُّهٗ فِی الْقُرْاٰنِ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن ہی میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن ہے۔" (کشتی نوح صـ ۳۶-۳۷)

"قرآن شریف معارف و حقائق کا ایک دریا ہے اور پیشگوئیوں کا ایک سمندر ہے۔" (چشمۂ معرفت صـ ۲۵۹)

"قرآن شریف جو کتاب اللہ ہے جس سے بڑھ کر ہمارے ہاتھ میں کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں۔ وہ خدا کا کلام ہے وہ شک و ظن کی آلائشوں سے پاک ہے۔" (ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صـ ۱)

کلامُ الامام

# جو کچھ مری مراد تھی سب کچھ دکھا دیا

اِک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار
اُس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر
جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مرورِ روزگار

---

دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا
گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا
جو کچھ مری مراد تھی سب کچھ دکھا دیا
مَیں اِک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا
اِک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا
مَیں خاک تھا اُسی نے ثریّا بنا دیا
مَیں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اِس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہوا
اِک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہوا

(از دُرِّ ثمین)

# خدا سے بڑھ کے تم کو چاہنے والا نہیں کوئی

(کلام حضرت فضلِ عمرؓ)

خدا کا قرب پائے گا نہ راحت سے نہ غفلت سے
یہ درجہ گر ملے گا تو فقط ایثار و محنت سے

عزیزو! دل رہیں آباد بس اس کی محبت سے
بنو زاہد۔ کرو الفت نہ ہرگز مال و دولت سے

خدا سے پیار کر دل سے، اگر رہنا ہو عزت سے
کہ ابراہیمؑ کی عزت تھی سب مولیٰ کی خُلّتؑ سے

اگر رہنا ہو راحت سے تو رہ کامل قناعت سے
کبھی بھی تر نہ ہو تیری زباں حرفِ شکایت سے

تعلق کوئی بھی رکھنا نہ تم بغض و عداوت سے
کہ مومن کو ترقی ملتی ہے مہر و محبت سے

تری یہ عاجزی بالا ہے سب دُنیا کی عزت سے
تجھے کیا کام ہے دُنیا کی رفعت اور شوکت سے

بسر کر عمر تُو اپنی نہ سو سو کر نہ غفلت سے
کہ ملتی ہے ہر اک عزت اطاعت سے عبادت سے

خدا سے بڑھ کے تم کو چاہنے والا نہیں کوئی
کسی کا پیار بڑھ سکتا نہیں ہے اُس کی چاہت سے

ؑ دوستی

# مشعلِ راہ

## مجلس اطفال الاحمدیہ کے بانی حضرت مصلح موعودؓ کے زرّیں ارشادات

و "بچوں کے اخلاق اور عادات کی درستی اور اصلاح کے لئے میرے نزدیک سب سے زیادہ ضروری امر نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ مَیں نے اپنے تجربہ میں نماز باجماعت سے بڑھ کر کوئی چیز نیکی کے لئے ایسی مؤثر نہیں دیکھی۔ سب سے بڑھ کر نیکی کا اثر کرنے والی نماز باجماعت ہے۔"

و "مَیں نے بتایا ہے کہ کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی جب تک بعد میں آنے والے ترقی یافتہ نہ ہوں۔ مجھے قدرتاً بچوں کی تربیت سے لگاؤ ہے۔ لیکن کبھی کوئی کام عمدگی سے نہیں ہو سکتا جب تک اُس کے کرنے کا طریق مدّنظر نہ رکھا جائے۔ اور ہمارے مُلک میں مشکل یہ ہے کہ اِس طریق کو مدّنظر نہیں رکھا جاتا جس سے کسی کام میں کامیابی ہو سکتی ہے۔ میرے نزدیک جس بات کی طرف سب سے پہلے توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور جو نہایت خطرناک طور پر پھیلی ہوئی ہے وہ بے استقلالی ہے ...... ہر کام میں کامیابی حاصل کرنے کا گُر استقلال ہے۔ اس کے نہ ہونے کی وجہ سے ہر کام میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک شخص اُٹھتا ہے اور کوئی کام شروع کرتا ہے پھر چھوڑ کر بیٹھ رہتا ہے۔ اِس طرح جو تھوڑا بہت کیا کرایا ہوتا ہے وہ بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ پس جب تک استقلال کی عادت بچوں میں اور ان کی تربیت کرنے والوں میں نہ ڈالی جائے اُس وقت تک ساری کوشش بے فائدہ ہے۔"

(الازہار لذوات الخمار صـ۱۷۴ و صـ۱۳۵)

# اللہ جن سے راضی ہوا

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم اُن میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے ——— (الحدیث)

★ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اُس نے کہا یا رسول اللہ میرے ایسے رشتہ دار ہیں کہ مَیں اُن سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ تعلق توڑتے ہیں۔ مَیں اُن سے درگزر کرتا ہوں اور وہ مجھ پر ظلم ڈھاتے ہیں۔ مَیں اُن کے ساتھ احسان کرتا ہوں اور وہ مجھے تکلیف پہنچاتے ہیں تو کیا مَیں اُن سے بدلہ لوں؟

آپؐ نے فرمایا ایسا کرنے سے تو پھر تم اور وہ برابر ہو جاؤ گے۔ لہذا تم فضیلت پر عمل کرو۔ اور اُن سے تعلق جوڑے رکھو۔ جب تک تم ایسا کرتے رہو گے تمہاری مدد کے لیئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ تمہارے ساتھ رہے گا۔

★ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ جمعہ کی رات ایک مجلس میں تشریف لائے اور مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے فرمایا تم لوگوں میں سے جو رشتہ داروں سے قطع تعلق کیے ہوئے ہیں اُنہیں مَیں قسم دیتا ہوں کہ وہ ہمارے پاس سے چلے جائیں۔ یہ سُن کر کوئی نہ کھڑا ہوا۔ حتیٰ کہ حضرت ابوہریرہؓ نے یہ بات تین مرتبہ دُہرائی۔ پھر ایک نوجوان یہ سُن کر اپنی پھوپھی کے پاس آیا جس نے اُسے کئی سال سے چھوڑ رکھا تھا۔ جب یہ اپنی پھوپھی کے پاس پہنچا تو پھوپھی نے اُس سے کہا اے میرے بھتیجے! تم کیسے آئے ہو؟ اُس نے کہا مَیں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سُنا وہ اِس طرح فرما رہے تھے پھوپھی نے کہا اُن کے پاس واپس جاؤ اور اُن سے پوچھو کہ یہ بات انہوں نے کس لیئے کہی ہے؟ چنانچہ وہ نوجوان حضرت ابوہریرہؓ کے پاس آیا۔ اُس کے پوچھنے پر حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا مَیں نے آنحضرتؐ سے سُنا ہے کہ انسان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے جمعہ کی رات سے قبل ہر جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں اُس آدمی کا عمل (خدا کے ہاں) مقبول نہیں ہوتا جو رشتہ کو توڑے ہوئے ہو ؂

# کب آئیں گے؟

(حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ)

جو دُور رہیں وہ پاس ہمارے کب آئیں گے
دل جن کو ڈھونڈتا ہے وہ پیارے کب آئیں گے

ہر دم لگی ہوئی ہے سرِ راہ پر نظر
آخر ہماری آنکھ کے تارے کب آئیں گے

رب ہمارے "شاہ" کی بستی اُداس ہے
اِس تخت گاہ کے راج دُلارے کب آئیں گے

لب پر دُعا ہے تیرے کرم پر نگاہ ہے
عاشق ترے "حبیب" ہمارے کب آئیں گے

کب راہ اُن کی تیرے فرشتے کریں گے صاف
کب ہوں گے واپسی کے اشارے؟ کب آئیں گے

زخمِ جگر کو مرہمِ وصلت ملے گا کب
ٹوٹے ہوئے دلوں کے سہارے کب آئیں گے

کہتا ہے رو کے دل شبِ تاریکِ ہجر میں
وہ "مہر و ماہتاب" تمہارے کب آئیں گے؟

سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ کا اطفال الاحمدیہ سے خطاب

# آپ نے بڑے ہو کر ساری دنیا کے بوجھ اٹھانے ہیں اسلئے ابھی سے اپنی فکر کریں

# ہمیشہ سچ بولیں اور سچائی کو بڑی مضبوطی کے ساتھ پکڑیں!

## اگر آپ نے سچ کی حفاظت نہ کی تو پھر آئندہ کبھی کوئی اس کی حفاظت کرنے والا نظر نہیں آئے گا

سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے ۲۰؍ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو البیت الاقصیٰ ربوہ میں اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر جو خطاب فرمایا وہ ذیل میں آپ بچوں کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔

تشہد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

### بچوں کے اخلاق بگاڑنے کے ذرائع

"دنیا میں شیطان نے اپنے دام میں انسان کو پھنسانے کے لئے مختلف قسم کے جو جال پھیلائے ہیں وہ زندگی کے ہر شعبہ پر پھیلائے جا رہے ہیں ان سے صرف بڑے لوگ ہی متاثر نہیں ہوتے بلکہ چھوٹوں کو بھی متاثر کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ اب ریڈیو کے، ٹیلیویژن کے ذریعہ اور اسی قسم کے نئے مواصلات کے ذریعہ اور کیسٹ اور ویڈیو کیسٹ ریکارڈنگ کے ذریعہ بچوں کے مزاج کو بگاڑا جا رہا ہے اور انہیں نت نئی گندگیوں کی طرف مائل کیا جاتا ہے تاکہ جب وہ بڑے ہوں تو خدا کے نہ رہیں اور بلوغت تک پہنچتے پہنچتے اُن کے رجحانات ہی بالکل بدل جائیں۔

بچو! تم اِس جگہ بیٹھے یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ دُنیا میں شیطان نے کس طرح

انسانی فطرت کو بگاڑنے کی زبردست مہم شروع کر رکھی ہے اور کتنی مخرب اخلاق چیزیں ہیں جن میں بچوں کو بھی رفتہ رفتہ ملوث کیا جا رہا ہے ان میں سے ایک چیز ہے جس کو PORNO GRAPHY (پورنا گرافی) کہتے ہیں۔ اس سے امریکہ اور دوسرے ترقی یافتہ ممالک اتنے زیادہ متاثر ہو چکے ہیں کہ اب وہ اس کے چنگل سے آزاد ہونا بھی چاہیں تو نہیں ہو سکتے اور یہ ایک نہایت ہی مکروہ خیال ہے اور ایک ایسا بھیانک تصور ہے جو معصوم زندگیوں کو وسیع پیمانے پر تباہ و برباد کر رہا ہے۔ اس کے ذریعہ معصوم بچوں کو ایسی گندگی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جس کا بیچارے تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ابھی وہ بالغ ہوئے نہیں ہوتے لیکن بچپن ہی سے اُن کو گندگیوں میں ملوث کیا جا رہا ہے ننگی تصویریں کھینچ کر بھی اور دوسرے ذرائع سے بھی۔ یہاں تک کہ اب امریکہ میں بچوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے جو انسانی جذبات سے کلیۃً محروم ہو گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مغربی ممالک کی ان آزاد سوسائٹیوں میں بچوں پر اتنا ظلم کیا جانے لگا ہے کہ اس کے نتیجہ میں وہ نفسیاتی مریض بن کر بڑے ہوتے ہیں۔ اور ایک نہیں دو نہیں بلکہ ایسے بچے لکھوکھا کی تعداد میں ہیں جن کی زندگی سے انہوں نے ساری لذتیں چھین لی ہیں اور وہ بڑے ہو کر یا پاگل خانوں میں پہنچ جاتے ہیں یا ایسی زندگی بسر کرتے جس میں لذت یابی کی خاصیت ہی باقی نہیں رہتی۔

## گندی تحریکات اور ان کا انسداد

اِن سارے امور پر نظر کرتے ہوئے میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اِن گندی اور غلط تحریکات کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمارے بڑوں کی تقریروں اور اُن کا تصنیف کردہ لٹریچر کافی نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں مقابل کی تحریک چلانی چاہیئے جو بچوں کی طرف سے جاری ہو اور ہمارے بچوں میں اِن چیزوں کا مقابلہ کرنے کی اہلیت پیدا کی جائے۔ اور اس کے لئے اگرچہ بڑے پروگرام بنائیں اور مضامین لکھ کر بچوں کی مدد کریں لیکن اس میں زیادہ تر ہمارے بچے حصہ لیں۔ مثلاً جب ہم بچوں کو نماز پڑھانے کا طریق بتاتے ہیں یا بچوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور پیار کے قصے سناتے ہیں یا بچوں کو بتاتے ہیں کہ اِس طرح پُرانے زمانوں میں یا اِس زمانہ میں حضرت اقدس بانی سلسلہ۔ ناقل) کے دَور میں کس طرح بچے چھوٹی عمر میں ہی خدا والے بن گئے تھے۔ تو یہ وہ باتیں ہیں جن کو بجائے اس کے کہ کوئی بڑا ان کو سنائے بچوں کے پروگرام بنائے جائیں اور اُن کی ویڈیو ریکارڈنگ کی جائے اور پھر ان کو مختلف زبانوں میں

ڈھال کو انگریز بچے انگریزی میں اور جرمن بچے جرمن میں اور چینی بچے چینی میں اور انڈونیشین بچے انڈونیشین میں اپنی اپنی قوم کے بچوں کو سنبھالنے کا انتظام کریں اور وہ ان کو نمازیں پڑھنے کے طریق سکھائیں۔ نماز کے آداب بتائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند مقام کے متعلق بچوں کو آگاہ کریں تاکہ اگلی نسل کی پوری پوری تربیت ہو اور ہمارے احمدی بچے ساری دنیا کی رہنمائی کرنے لگیں۔

## پاکستانی بچوں کی منفرد حیثیت

اس سلسلہ میں سب سے پہلی ذمہ داری پاکستان کے بچوں پر عائد ہوتی ہے کیونکہ پاکستان میں سلسلہ کا مرکز قائم ہے اور روحانی طور پر فائدہ اٹھانے کا جتنا موقع یہاں کے بچوں کو حاصل ہے اتنا باہر کے بچوں کو تو میسر نہیں آسکتا۔ اس لئے مجلس خدام الاحمدیہ کے شعبۂ اطفال کے تحت اب ایسے پروگرام بننے چاہئیں کہ جن کے نتیجہ میں ساری دنیا میں نئی قسم کی دلچسپیوں کے پروگرام اور طریقے رائج کئے جائیں۔ کیسٹس (CASSETTES) سے بھی فائدہ اٹھایا جائے۔ بچوں کی معلوماتی فلموں سے بھی فائدہ اٹھایا جائے اور وڈیو ریکارڈنگ سے بھی فائدہ اٹھایا جائے۔

## بچوں کے خیالات پر برے اثرات

بے چارے بچوں کو اس قدر پاگل بنا دیا جا رہا ہے کہ اب اُن کے تصورات ہی بگڑ گئے ہیں۔ انسانی زندگی کے احساسات وغیرہ جن کا میں نے پہلے ذکر کیا تھا ان کے علاوہ میں آپ کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں یعنی وہ تو محض گندگی ہے جس کو پورنا گرافی (PORNOGRAPHY) کہتے ہیں بچوں کے عام خیالات بھی بگاڑے جا رہے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی اور ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کی طرف بچوں کے میلان بڑھائے جا رہے ہیں۔ مثلاً بیہودہ حرکتیں، خوشی کے لغو اظہار جن میں کوئی حکمت نہیں ہوتی، کوئی معنے نہیں ہوتے ٹیلیویژن کے اشتہارات بھی بچوں میں نئے نئے خیالات پیدا کرتے چلے جا رہے ہیں یہاں تک کہ بچوں کا OUT LOOK یعنی زندگی کا نظریہ ہی بدل گیا ہے۔ ان کے خیالات مسموم ہو چکے ہیں۔ ان کو پتہ نہیں سچی خوشی کس کو کہتے ہیں بنی نوع انسان کے ساتھ تعلق میں اور غریب لوگوں کی خدمت میں کیا لذت محسوس ہوتی ہے۔ ان چیزوں سے وہ بالکل ناواقف ہو چکے ہیں۔

## زندگی کو بچوں کا کھلونا بنا دیا ہے

اب تو یہ حال ہے کہ بچے کوئی اچھا چاکلیٹ دیکھیں، کوئی اچھی آئس کریم دیکھیں تو اُن کو یہ پتہ ہے کہ کس طرح اُچھلنا ہے، کس طرح شور مچانا ہے اور کس طرح مُنہ سے رالیں ٹپکانی ہیں اور اُن کے اشتہار بھی اُن کو

یہی تربیت دے رہے ہیں۔ پاگلوں والی حرکتیں کر رہے ہیں اور ایسے ایسے لغو قصّے اُن کو بتائے جا رہے ہیں کہ جن سے بچّوں کے ذہن اور تصوّر کی دُنیا ہی بگڑ رہی ہے۔ مثلاً اب اُن کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ کس طرح دوسری دنیا کے راکٹ آ رہے ہیں اور اُن کے ساتھ لڑائیاں ہو رہی ہیں اور بچّے اُن کو فتح کر رہے ہیں۔ اور اِسی طرح ایسے کھلونے اُن کے لیئے بنا دیئے گئے ہیں، ایسی کھیلیں ایجاد کر دی گئی ہیں جن کے ذریعہ بچّے منٹوں کے اندر آسمان سے گلیکسیز کو ختم کرتے اور ستاروں کو زمین پر مار گراتے ہیں۔ ستاروں کی مخلوق کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اور اپنی طرف سے گویا اُن کا دماغ بہت بلند کیا جا رہا ہوتا ہے کہ دیکھو! ہم کتنے بلند اور طاقتور ہیں۔

چنانچہ ایک امریکن نے ایک رسالہ میں اِس کا ذکر کیا ہے۔ مَیں نے خود پڑھا ہے۔ اُس نے لکھا میرا وہ چھوٹا سا بچّہ جو بیٹھا ہوا ستاروں کے ستاروں کو تباہ کر رہا ہو بلکہ ستاروں کے جُھرمٹ کو کھیلوں کے ذریعہ ہلاک کر رہا ہو اور بڑی بڑی آسمانی مخلوقات پر غلبہ پا رہا ہو اس بچّے کو مَیں کیسے بتاؤں کہ ذرا اپنا ناک تو صاف کرو۔ یعنی ناک سے گندگی بہہ رہی ہے اور کھیلیں یہ کھیل رہا ہے کہ وہ ساری دنیا کے بڑے بڑے ستاروں پر غلبہ پا رہا ہے۔

یہ محض جہالت کے قصّے ہیں اور رجحانات کو تباہ کرنے والی باتیں ہیں۔ یہ صرف کھیلیں ہیں جو چیزیں بیچنے والوں نے ایجاد کی ہیں تاکہ بچّے ان میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیں۔ سوائے مادی مقصد کے اُن کا کوئی اَور مقصد نہیں ہوتا۔ اُن کو کوئی پرواہ نہیں کہ قوم کے بچّوں کی تربیت ہو رہی ہے کہ نہیں ہو رہی، ان میں اعلیٰ اخلاق پیدا ہو رہے ہیں کہ نہیں ہو رہے۔ صرف اقتصادی دُنیا ہے جس میں دولت کے حصول کے لیئے ہر کوشش جائز ہو چکی ہے۔ اِسی میں بچّوں سے بھی کھیلا جا رہا ہے، اِسی میں جیسا کہ مَیں نے بیان کیا تھا ایسے رسالے نکل رہے ہیں جو دنیا کو زیادہ گندگی کی طرف مائل کرتے چلے جا رہے ہیں اور بچّوں کو بھی آلۂ کار بنایا جا رہا ہے۔

## احمدی بچّے خُدا سے تعلّق جوڑیں

پس اِن چیزوں کے مقابل پر احمدی بچّوں کو جنگ لڑنے کے لیئے تیار ہونا چاہیئے۔ اِس کے لیئے نئے آلات کے ذریعہ ایسی اعلیٰ تصویریں بنائی جائیں اور ایسے اچھے کردار پیش کیئے جائیں کہ اُن کو دیکھ کر احمدی بچے بھی سنبھلیں، اُن کو بھی پتہ لگے کہ ہمارا رستہ اَور ہے۔ اور غیر بھی دیکھیں تو اُن کو بھی محسوس ہو کہ احمدی بچّے کے کیا افکار ہیں، اُس کی کیا بلند پروازیاں ہیں۔ وہ محض تصوّر میں آسمان کے ستاروں کو سَر نہیں کر رہا بلکہ اُن ستاروں کے خدا





عَلمِ انعامی برائے سَال ۸۹ - ۱۹۸۸ء حاصل کرنے والی مجلسِ اطفال الاحمدیہ وحدت کالونی
کے ناظمِ اطفال مرکزی عہدیداران کے سَاتھ



ناظم صَاحب اطفال ضلع لاہور اپنے ضلع کے لئے اِنعامی شیلڈ حاصل کر رہے ہیں

سے تعلق جوڑنے کی سوچ اور فکر کر رہا ہے۔ وہ مخلوق کو فتح کرنے کے ہوائی منصوبے نہیں بنا رہا بلکہ خالق کی نظر میں محبوب اور مقرب بننے کی کوششیں کر رہا ہے۔ احمدی بچّے کا یہ کتنا بلند تر مقام ہے دنیا کے اُس بچّے کے مقابل پر جس نے محض مادّی تسخیر ہی کو اپنی زندگی کا مدّعا بنا لیا ہے۔

## نظم خوانی کے پروگرام بنائے جائیں

صرف یہی نہیں بلکہ احمدی بچّوں کو مغربی تہذیب کی اچھی باتوں، دلچسپ چیزوں اور سائنسی علوم سے آشنا کرنے کے لیئے کوئی مناسب اور دلچسپ انتظام بھی ہمیں بہرحال کرنا چاہیئے۔ مثلاً ایسی وڈیو ریکارڈنگ اور ایسی تصویریں جن میں سائنس کی ترقیات، زندگی کے واقعات اور جانوروں کے حالات اور اس قسم کی دوسری چیزیں دکھائی جائیں جن کو دیکھ کر بچّے لطف بھی اٹھاتے ہیں اور اُن کا علم بھی بڑھتا ہے۔ اس قسم کی چیزوں کو رواج دینا چاہیئے۔ ٹیلیویژن کے بے ہودہ کھیلوں اور گانوں کی بجائے ایسی وڈیو ریکارڈنگ تیار ہونی چاہیئے جس میں بچّہ نہایت ہی سریلی آواز سے حضرت (اقدس بانیٔ سلسلہ۔ ناقل) کا کلام سُنا رہا ہو یا اور نظمیں پڑھ رہا ہو۔ اسی طرح تلاوت بھی بچّوں کی نہایت ہی سریلی آواز میں سُنائی جائے اور سکھائی جائے۔ اس قسم کے بہت سے پروگراموں کی ہمارے پاس گنجائش موجود ہے۔ باہر سے بھی مطالبے ہو رہے ہیں۔ چنانچہ مَیں جن ملکوں میں بھی گیا ہوں وہاں کی ہر جماعت کی طرف سے یہ مطالبہ بڑی شدّت کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے کہ بچّوں کو گندے ماحول سے بچانے کا انتظام کیا جائے۔ وہ کہتے ہیں ہم اپنے بچّوں کو ایسے سکولوں میں بھیجنے پر مجبور ہیں جہاں وہ مغربی تہذیب کی بُرائیوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ ایسے اثرات کو مٹانے کے لیئے جماعت ہماری مدد کرے۔ ورنہ اگر اِن باتوں میں زیادہ دیر گزر گئی تو ہو سکتا ہے ہمارے بچّے ہاتھ سے نکل جائیں یا اُن کے رجحانات بدل جائیں۔

لیکن مَیں نے دیکھا ہے کہ احمدی بچّوں میں ابھی سعادت اور نیکی کا مادہ موجود ہے۔ اِس عمر میں اُن کو سنبھالا جائے تو جلدی سنبھل سکتے ہیں۔ چنانچہ جہاں کہیں مجھے جانے کا موقع ملا مَیں نے دیکھا کہ جب ہم شروع میں جاتے تھے تو اُس ماحول کے پیدا ہوئے ہوئے بچّوں کی آنکھوں میں عجیب اجنبیت پائی جاتی تھی۔ بچّوں کی طرزِ زندگی، اُن کا اُٹھنا بیٹھنا ہم سے بالکل مختلف ہوتا تھا۔ وہ سمجھتے تھے پتہ نہیں کس دنیا کے لوگ یہاں آ گئے ہیں اور ہم سے کیا باتیں کریں گے۔ جب اُن کے والدین کبھی پیار سے سمجھا کر اور کبھی تھوڑا سا

ڈانٹ کو مجالس میں لے کر آتے تھے اور بٹھاتے تھے اور اُن کو باتیں سُناتے تھے۔ پھر اُن کو کہتے تھے کہ تم اپنے سوال بھی کرو۔ چنانچہ بعض بچے اپنے چھوٹے چھوٹے مسائل کے متعلق سوال بھی کرتے رہے۔ تو بلا استثناء ہم نے یہ دیکھا کہ تھوڑے عرصہ کے اندر اندر ہی اُن بچوں کی کیفیات بدل گئیں۔ اُن کے اندر غیر معمولی محبّت اور پیار کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ احمدیت کے ساتھ ایک گہرا تعلق قائم ہو گیا اور خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اُن کی نگاہوں کا اجنبی پن بالکل مٹ گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اب باہر کی چیزیں نہیں رہے بلکہ اندر کی چیزیں بن گئے ہیں۔ وہ جماعت کے وجود کا ایک حصہ بنتے نظر آ رہے تھے۔

## احمدی بچوں نے ساری دُنیا کے بوجھ اُٹھانے ہیں!

پس اُن کا یہ مطالبہ تو درست ہے کہ اُن کے بچوں کی تربیت کے لیئے جماعت اُن کی مدد کرے لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ مرکز کی طرف سے ایسے دورے ہوں کہ گویا ساری دنیا میں مرکز کا کوئی نہ کوئی آدمی ہر وقت موجود رہے۔ مربیان ہیں اُن کی تعداد بھی تھوڑی ہے اور وہ ہر جگہ ہر ملک میں نہ تو موجود ہیں، جہاں موجود بھی ہیں وہاں احمدیوں کی تعداد خدا کے فضل سے اتنی زیادہ ہے کہ سب بچوں کی تربیت کر ہی نہیں سکتے اس لیئے صرف لٹریچر کے ذریعہ اس طرف توجہ نہیں کرنی چاہیئے بلکہ نئے آلات کے ذریعہ ہمیں تربیت کے پروگرام بنانے پڑیں گے۔ اور مَیں بچوں سے یہ کہتا ہوں کہ اب آپ نے بڑے ہو کر ساری دنیا کے بوجھ اٹھانے ہیں اس لیئے ابھی سے اپنی فکر کریں۔ اس عمر میں اگر آپ کی صحیح تربیت ہو جائے تو پھر ہمیشہ کے لیئے آپ کو ضمانت مل جائے گی آج جو اچھی عادتیں آپ اپنے اندر پیدا کر لیں گے وہ آپ کو ساری زندگی میں کام دیں گی۔ آج کا بچہ کل کا احمدی نوجوان بن رہا ہوگا۔ پرسوں کا احمدی بوڑھا بن رہا ہوگا۔ اس لیئے آج ہی اپنے اخلاق کی طرف توجہ کریں اپنی عادات کی طرف توجہ کریں، اپنے حالات کی طرف توجہ کریں اور اُن کو درست کرنے کی کوشش کریں۔

## سچ بولیں اور جھوٹ سے نفرت کریں

بچّو! آپ سے ایک چھوٹا سا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ آپ عہد کریں کہ ہمیشہ سچ بولیں گے اور گندی زبان استعمال نہیں کریں گے۔ لیکن دیکھنے والی بات یہ ہے کہ کتنے احمدی بچے ہیں جو اس عہد کو خاص طور پر پورا کر رہے ہیں۔ (اس موقع پر بہت سے اطفال نے ہاتھ اُٹھا لیئے تو حضور نے فرمایا) ہاں ٹھیک ہے۔ مَیں نے ابھی ہاتھ اٹھانے کیلئے

نہیں کہا تھا۔ خدا کرے یہ سارے بچے اپنے عہد کو پورا کر رہے ہوں۔ لیکن بعض دفعہ کوئی احمدی گالی دیتا ہے تو اس کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ مَیں گالی دے رہا ہوں اس لیئے اپنی طرف سے آپ نے سچائی سے بھی ہاتھ کھڑے کیئے ہوں لیکن ابھی تک یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سارے بچے وہ ہیں جو بالکل گالی نہیں دیتے۔ جن کو گالی کی عادت پڑ گئی ہو اُن کو احساس نہیں ہوتا کہ وہ گالی دے رہے ہیں۔

قادیان میں ایک بزرگ ہوتے تھے جن کو لوگ ماٹا صاحب کہتے تھے۔ ماٹا مرحوم کے متعلق قصہ یہ مشہور ہے کہ ویسے تو وہ وہ بڑے نیک آدمی تھے لیکن پیدائشی احمدی نہیں تھے۔ ان کو بچپن سے گندی گالیاں دینے کی عادت پڑی ہوئی تھی۔ (حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب۔ ناقل) کے پاس کسی نے شکایت کی کہ حضور! آپ اِن کو سمجھائیں آپ اس سے بڑا پیار کرتے ہیں۔ گو یہ اچھے نوجوان ہیں (اُس زمانہ میں تو نوجوان ہی تھے) لیکن گندی گالیوں کی عادت ہے۔ چنانچہ حضرت ..... نے اُن کو بُلایا اور بڑے پیار سے سمجھایا کہ دیکھیں کہ آپ بڑے اچھے آدمی ہیں، نیک ہیں، نمازی ہیں لیکن یہ جو آپ لوگوں کو گندی گالیاں دیتے ہیں یہ ٹھیک نہیں۔ یہ بات آپ کو سجتی نہیں۔ اس پر وہ نہایت گندی گالی دے کر کہنے لگے کہ کس چھوٹے نے حضور کو بتایا ہے مَیں تو گالی دیتا ہی نہیں۔

غرض بعض دفعہ پتہ بھی نہیں لگتا اس لیئے یہ نظامِ سلسلہ کا کام ہے کہ وہ بچوں پر نظر رکھے اور اُن کو بتائے کہ تمہارے اندر یہ یہ بُرائیاں موجود ہیں تم اِن کو دُور کرنے کی طرف توجہ دو اور اپنی اصلاح کی فکر کرو۔

## انسان کو باکردار بنانے والی صفت

بچو! یاد رکھو سچ ایک ایسی چیز ہے جو انسان کے کردار کو بناتی ہے مگر اب سچ غائب ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اب تو بڑوں کی سوسائٹی میں بھی یہ ایک ایسا جانور بن گیا ہے جس کو شاید کہیں کہیں آپ دیکھیں ورنہ عام طور پر یہ کہیں نظر ہی نہیں آتا اور بیچارے انسان کا عجیب حال ہے کہ دنیا کے جو عام جانور ہیں جب وہ کم ہونے شروع ہو جائیں تو اس کو اُن کی فکر پڑ جاتی ہے اور کہتا ہے کہ اِن کو بچانے کا انتظام کرو۔ چنانچہ آسٹریلیا میں ابھی لاکھوں کی تعداد میں کنگرو ہے لیکن ان کو فکر پڑی ہوئی ہے کہ یہ جانور نظروں سے غائب نہ ہو جائے۔ یہ کم ہوتا چلا جا رہا ہے اس کی حفاظت کا انتظام کیا جائے۔ اسی طرح طوطوں کی حفاظت کا انتظام ہو رہا ہے، چیلوں کی حفاظت کا انتظام ہو رہا ہے، گدھوں کی حفاظت کا انتظام ہو رہا ہے۔ کوآلہ (KUALA) ایک جانور ہے اس کی حفاظت کا انتظام ہو رہا

ہے۔

غرض ان قوموں کو تو یہ فکر ہے کہ جانور بھی نظروں سے غائب نہ ہو جائیں۔ لیکن یہاں سچ غائب ہو رہا ہے اور کسی کو اس کی کوئی فکر نہیں بلکہ کہتے ہیں یہ جانور غائب ہو ہی جائے تو اچھا ہے جہاں بھی ظاہر ہوتا ہے مصیبت ہی ڈالتا ہے۔ مگر اے بچو! آپ نے اس کی حفاظت کرنی ہے۔ آپ احمدی بچے ہیں آپ نے اس میدان کو جیتنا ہے۔ اگر آپ نے سچ کی حفاظت نہ کی تو پھر آئندہ کبھی کوئی اس کی حفاظت کرنے والا نظر نہیں آئے گا۔

سچ کی عادت ہے جو انسان کے کام آیا کرتی ہے۔ اگر آج آپ کو خدانخواستہ جھوٹ کی عادت پڑ گئی تو پھر بڑے ہو کر آپ کو کوئی سچا نہیں بنا سکے گا۔ اگر بنا سکے تو اس پر بہت محنت کرنی پڑے گی۔ جھوٹ ایک ایسی گندی عادت ہے کہ وہ انسان کے اندر آہستہ آہستہ راسخ ہو جاتی ہے اور پھر جھوٹے کو بعض دفعہ پتہ بھی نہیں لگتا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ جھوٹ بولتا چلا جاتا ہے، کہانیاں بناتا جاتا ہے۔ یہ اس کی عادت بن جاتی ہے۔ چنانچہ ہمارے جھنگ کے ماحول میں ایسے لوگ بڑی کثرت سے ملتے ہیں جن کو جھوٹ بولنے کی عادت ہے۔ اس ضلع میں بہت زیادہ کثرت کے ساتھ جھوٹ بولا جاتا ہے۔ جو لوگ جھوٹی باتیں کر رہے ہوتے ہیں اور نظر آ رہا ہوتا ہے کہ جھوٹ بول رہے ہیں لیکن اُن کو پتہ ہی نہیں لگ رہا ہوتا۔ وہ بیٹھے بیٹھے جھوٹی کہانیاں بناتے جاتے ہیں۔

## ترقی کا راز

پس اگر خدا نخواستہ احمدی بچوں نے بھی جھوٹ بولنا شروع کر دیا تو پھر اس قوم کو سنبھالے گا کون۔ پھر تو یہ قوم ہمارے ہاتھ سے نکل گئی کیونکہ یہ سچائی ہی ہے جو انسانی زندگی کے کام آتی ہے۔ سچائی سے ہی دُنیا بنتی ہے اور سچائی سے ہی دین بنتا ہے۔ سچائی سے ہی مادی ترقیات نصیب ہوتی ہیں اور سچائی ہی کے ساتھ روحانی ترقیات نصیب ہوتی ہیں۔ جھوٹ کے تو نہ یہاں قدم ٹکتے ہیں نہ وہاں قدم ٹکتے ہیں۔ اس لیئے اے بچو! آپ کی دنیاوی ترقی کا راز بھی اس بات میں مضمر ہے کہ آپ سچے ہو جائیں۔ اور آپ کی دینی ترقی کا راز بھی اس بات میں ہے کہ آپ سچے احمدی بن جائیں اور سچ کو مضبوطی کے ساتھ اختیار کریں اور جھوٹی بات کو سُننا بھی برداشت نہ کریں۔ اگر کوئی بچہ مذاق میں بھی جھوٹ بولتا ہے تو اُس کے جھوٹ پر بھی آپ بالکل نہ ہنسیں بلکہ حیرت سے دیکھیں اور اُسے کہیں یہ تم کیا بات کر رہے ہو۔ یہ تو مذاق کا قصہ نہیں ہے۔ مذاق کرنا

ہے تو سچے مذاق کرو۔ ایک دوسرے کو لطیفے سناؤ اور اس قسم کی باتیں کرو جن سے حاضر جوابی کا مظاہرہ ہوتا ہو۔ جھوٹ بولنے سے مذاق کا کیا تعلق! یہ تو گندگی ہے۔ جہاں بھی جھوٹ دیکھیں وہاں اُس کو دبائیں اور اس کی حوصلہ شکنی کریں۔ بلکہ اگر آپ کے ماں باپ میں یہ عادت ہے تو اُن کو بھی ادب سے کہیں کہ ابا امی! آپ نے تو ہمیں سچائی سکھانی تھی، یہ آپ کیا کر رہے ہیں یا کیا کہہ رہے ہیں؟ احمدی والدین ہو کر جھوٹ بول رہے ہیں، یہ بات آپ کو سجتی نہیں۔ پس اگر سارے بچے سچ بولنے کی عادت ڈالیں گے تو وہ دیکھیں گے کہ اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتنی نعمتیں اور کتنے فضل نصیب ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اُن لوگوں ہی کو ملتا ہے جو سچے ہوں۔ اگر آپ سچے بن جائیں گے تو اس بچپن کی عمر میں بھی آپ کو خدا مل جائے گا اگر اس عمر میں جھوٹ بولنے کی عادت پڑ گئی تو بڑے ہو کر نہ خود خدا کے فضل حاصل کر سکو گے نہ دنیا کو خدا کی طرف بلا سکو گے۔ اس لیئے میں سب بچوں کو بہت تاکید کرتا ہوں کہ ہمیشہ سچ بولیں اور سچائی کو بڑی مضبوطی کے ساتھ پکڑیں۔

## ٹوپی پہننا قومی شعار ہے

بچو! اب آخر پر میں آپ سے ایک چھوٹی سی بات یہ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے شاید میں نے گزشتہ سال بھی آپ سے یہ کہا تھا کہ مجالس میں ٹوپی پہنا کریں۔ احمدی مجالس میں ٹوپی پہن کر بیٹھنا چاہیئے۔ لیکن اس وقت مجھے یہ نظر آ رہا ہے کہ اکثر بچے ننگے سر اس لیئے بیٹھے ہیں کہ وہ گھر سے ٹوپی لے کر نہیں چلے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ٹوپی پہننے کی عادت اتنی رہ گئی ہے کہ انہوں نے ٹوپی کو زادِ راہ میں شامل ہی نہیں کیا۔ اب یہاں پہنچ کر شریف بچے اپنے سر کے ارگرد چادریں لپیٹ رہے ہیں۔ کوئی قمیص اونچی کر کے سر ڈھانک رہا ہے۔ کسی نے چادر سر پر رکھ لی ہے۔ کسی نے رومال لپیٹنا شروع کیا ہے۔ کسی نے مفلر باندھنا شروع کیا ہے۔ مگر بعضوں کے پاس کچھ بھی نہیں ہے وہ بے چارے کیا کریں۔ اب وہ قمیص اُتار کر سر پر تو نہیں پہن سکتے۔ گو تھوڑی بہت شرم اور حیا دکھائی دیتی ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ٹوپی پہننے کا تصوّر مٹتا جا رہا ہے حالانکہ یہ بہت اہم چیز ہے اور بچوں کا کردار سنوارنے میں اس کا بڑا دخل ہے۔ اس لیئے بچے اس کو معمولی چیز نہ سمجھیں۔ اگر سارے بچے ایک ہی قسم کی ٹوپیاں پہن کر یہاں بیٹھے ہوتے تو اندازہ کریں یہ مجلس کتنی خوبصورت لگتی۔ اس وقت میرے سامنے جو بچے بیٹھے ہوتے ہیں وہ ٹوپیاں پہن کر آئے ہیں۔ ان کو دیکھیں ماشاء اللہ کتنے اچھے لگ رہے ہیں۔ ان کے

اندر ذمہ داری کا احساس نظر آ رہا ہے۔ یہ بے ٹوپیوں والوں کی نسبت زیادہ پیارے لگ رہے ہیں اور زیادہ اچھے دکھائی دے رہے ہیں۔ اس لیئے مَیں اُن بچوں سے جو ٹوپی نہیں پہنتے یہ کہتا ہوں کہ وہ دُنیا کی تہذیب کو کیوں اپناتے ہیں۔ وہ احمدی بچے ہیں اُن کو معلوم ہونا چاہیئے کہ احمدیت نے دُنیا کو ایک نئی تہذیب دینی ہے اور اُس تہذیب میں یہ بات داخل ہے کہ ہم اپنے سر ڈھانک کر رکھیں۔ اِس سے ذمہ داری کا بہت بڑا احساس پیدا ہوتا ہے۔

## اطفال الاحمدیہ کا امتیازی نشان

پس اطفال الاحمدیہ کی مجالس میں آئندہ سے کوئی بچہ ننگے سر نظر نہیں آنا چاہیئے۔ مجلس خدام الاحمدیہ یا اطفال الاحمدیہ کے شعبہ کو چاہیئے کہ وہ سارا سال اطفال کو تحریک کرتے رہیں کہ وہ ٹوپی پہنیں اور اگر ممکن ہو تو ایک ٹوپی سستی سی لیکن خوبصورت ڈیزائن کی مجلس خدام الاحمدیہ تیار کرکے اس کو عام رواج دے اور وہ اطفال الاحمدیہ کی ٹوپی ہو جس پر مثلاً کلمہ طیبہ ....... لکھا ہُوا ہو۔ یہ ٹوپی ہر احمدی بچے کا نشان بن جائے گا۔ بہت پیاری سی ٹوپی پر کلمہ طیبہ کی خوبصورت سی مُہر بن جائے آج کل بچوں میں جو کپڑے رائج کیئے جاتے ہیں اُن پر عجیب اُوٹ پٹانگ فقرے لکھے ہوئے ہوتے ہیں اور ایسی زبانوں میں لکھے ہوئے ہوتے ہیں جن کا بچوں کو کچھ پتہ ہی نہیں لگتا۔ بچے آنکھیں بند کر کے ان فیشنوں کے پیچھے چلتے رہتے ہیں۔ ہمیں اپنے بچوں کو کوئی بہتر فیشن دینا پڑے گا۔ تاکہ وہ بھی کوئی چیز دنیا کے سامنے پیش کریں اُن میں سے ایک یہ ٹوپی ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ ٹوپی کے اُوپر ضرور کچھ نہ کچھ لکھا ہُوا ہو۔ یہ میرا مقصد نہیں۔ مَیں کوئی حکم نہیں دے رہا لیکن ایک خیال ظاہر کر رہا ہوں کہ یہ تجربہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور نہیں تو آپ کا جو بیج تھا جس پر کلمہ لکھا ہوتا تھا اُس کو ساتھ پہننے کا رواج دیں۔ مَیں نے دیکھا ہے پُرانے زمانہ میں جب اطفال اجتماع پر آیا کرتے تھے تو اسی بیج کو اپنی ٹوپی پر بھی ٹانک دیا کرتے تھے یا بعض دفعہ اپنی قمیص یا کوٹ کے اُوپر پہنا کرتے تھے۔

## اچھے اخلاق اور قومی روایات کی حفاظت کریں

پس یہ جو رواج ہیں یہ قوم کے اچھے اخلاق اور قومی روایات کی حفاظت کرتے ہیں اس لیئے اُن کو معمولی سمجھ کر بھلا نہیں دینا چاہیئے۔ ورنہ آج جو ننگے سر بچے بڑے ہو رہے ہیں اُن کے متعلق اس بات کا زیادہ احتمال ہے کہ وہ مغربی تہذیب سے

متاثر ہوکر کئی قسم کی خرابیوں کا شکار ہوجائیں پھر اگر مغربی تہذیب کہے گی کہ سر منڈوانا شروع کرو اور اُسترے پھرواؤ اور SKIN HEAD (سکن ہیڈ) بن کر نکلو تو یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے بڑے ہوکر سر مونڈھنے ہیں۔ لیکن جن کو بچپن سے ٹوپی پہننے کی عادت ہوگی ٹوپی اُن کی حفاظت کرے گی۔ اور ایسے بچے مغربی تہذیب سے اوّل تو متأثر نہیں ہوں گے، اگر ہوئے بھی تو بہت کم ہوں گے۔ اس لیئے یہ بہت اہم چیزیں ہیں ان کی طرف آپ کو بہت توجہ کرنی چاہیئے۔

## ایک نصیحت - ایک حقیقت

اب ہم دُعا کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے احمدی بچوں کو عظیم کردار عطا کرے اور بڑے ہوکر ساری دنیا کی تربیت کی توفیق عطا فرمائے۔ (اس موقع پر بچوں نے زور زور سے آمین کہنی شروع کر دی تو حضور نے فرمایا) بچو! آہستہ دل میں آمین کہو۔ خدا کوئی بہرہ یا گونگا تو نہیں ہے نعوذ باللہ من ذالک یا اُس کے کان خراب تو نہیں ہوگئے کہ جب تک آپ اُونچی آواز سے نہیں کہیں گے اُس کو سُنائی نہیں دے گا۔ بعض دفعہ اُونچی آمین کہنے کے نتیجہ میں دِل ساتھ حرکت ہی نہیں کر رہا ہوتا صرف زبان سے ہی آمین نکل رہی ہوتی ہے۔ اس لیئے آمین کا مطلب سمجھیں ۔۔ آمین کا مطلب ہے اے میرے اللہ! میری اس دُعا کو قبول فرما۔ تو اس آمین کہنے میں تو عاجزی ہونی چاہیئے مگر آپ کی آمین کہنے سے تو لگتا ہے کہ جس طرح آپ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے قبول کر لیا ہے۔ اس لیئے آپ دل میں آمین کہیں۔ یہ خدا کی آواز ہے جو سب دُنیا کی آوازوں سے اُونچی ہے اور ساری دُنیا میں سُنائی دیتی ہے۔ اگر وہ آپ کی دعا قبول کرتے ہوئے آپ پر فضل نازل فرمائے تو پھر تو مزہ بھی آئے گا لیکن آپ اُونچی آمین کہہ رہے ہوں اور اللہ میاں توجہ ہی نہ کرے۔ کیونکہ دل سے آواز نہ اُٹھ رہی ہو تو یہ اچھی بات نہیں ہے۔ اس لیئے جب مَیں دعا کا کہتا ہوں تو میرا مطلب یہ ہے کہ دل میں دُعا کریں اور اگر آمین کہنا ہو تو بالکل ہلکی آواز میں کہیں۔ یعنی منّت اور عجز اور انکساری کے ساتھ دُعا کے رنگ میں آمین کہیں۔

## آئندہ نسلوں کی عظیم ذمہ داری

مَیں دُعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمارے احمدی بچوں کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ میں رنگین ہوکر

اخلاقِ فاضلہ سیکھیں، اُن کے اندر اعلیٰ کردار پیدا ہو، دنیا کو فتح کرنے والا کردار۔ احساسِ کمتری اُن کے دل سے بالکل مٹ جائے۔ اُن کو اِس بات کا یقین ہو کہ وہ ایک اچھے معاشرہ کے محافظ ہیں اور دنیا کو اچھی قدریں دینے کے لیئے نکلے ہیں۔ ان کو یہ بھی پتہ ہو کہ وہ دنیا کے رہنما بننے والے ہیں۔ دُنیا سے جھوٹ اور جھوٹی عزتوں کو مٹا کر انہوں نے ساری دنیا کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی غلامی میں داخل کرنا ہے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ ہماری نسلیں صحیح تعلیم و تربیت پاکر بڑی ہو رہی ہوں اور دنیا کی خدمت و رہنمائی کی عظیم ذمہ داریوں کو کما حقہٗ اُٹھانے والی ہوں۔ اللہ کرے کہ ہم بھی وہ دن دیکھیں۔"

---

**بقیہ مثالی کردار —— از صلا**

بچے وہاں سے گزر گئے تب میں دوبارہ اس لائن میں داخل ہو گیا تاکہ اس کو شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔"

(الفضل ۸ رجون ۱۹۶۸ء)

الغرض احمدی بچوں نے ہر لحاظ سے بہت ہی اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے اور درحقیقت احمدی بچے آج کی دنیا میں سب سے خوش قسمت بچے ہیں اور دنیا کی کوئی قوم ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی ۔

# نتائج مقابلہ خصوصی مقالہ نویسی

مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے احمدیہ صد سالہ جشنِ تشکر کے سلسلہ میں ناصرات و اطفال کے مابین خصوصی مقالہ نویسی کا مقابلہ کروایا گیا جس کے لیئے مندرجہ ذیل تین عنوانات رکھے گئے تھے۔ (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے حسنِ سلوک (۲) سیرت حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ (۳) مومن بچوں کے کارنامے۔ منصفین کے تیار کردہ نتائج کے مطابق پہلی دس پوزیشنز حسب ذیل ہیں:-

اوّل۔ داؤد احمد لقمان —— ربوہ
دوم۔ مجدالدین مجد —— ربوہ
سوم۔ مبشرہ تبسم —— ربوہ
چہارم۔ احسن طاہر اعوان —— فیصل آباد (دارالذکر)
پنجم۔ سید مبارک احمد —— کراچی (عزیز آباد)
ششم۔ مدثرہ طاہر اعوان —— فیصل آباد (دارالذکر)
ہفتم۔ رانا سعد وقاص —— کراچی (اورنگی ٹاؤن)
ہشتم۔ احمد صفی اللہ —— کراچی (عزیز آباد)
نہم۔ مجیب احمد فرخ —— سلطانپورہ لاہور
دہم۔ ذکا اللہ —— ربوہ

اللہ تعالیٰ ان تمام بچوں کا یہ اعزاز مبارک فرمائے۔

(مہتمم اطفال)

# حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ

## کا

# زمانۂ طفولیت

(مکرم مولانا غلام باری سیف صاحب)

پیارے بچو! بڑے آدمیوں کے حالاتِ زندگی لکھنے والوں نے ان کے بچپن کا ذکر ضروری خیال کیا ہے۔ اور پھر بچپن میں اُن سے سرزد ہونے والے واقعات سے استدلال کیا ہے کہ یہ واقعات آئندہ آنے والے واقعاتِ زندگی کی ایک تمہید تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں بکریاں چرانے سے علامہ شبلی نعمانی یہ استدلال کرتے ہیں کہ یہ تمہید تھی عالم کی گلہ بانی کی کہ آئندہ خلق خدا کی نگہبانی اور نگرانی اور ان کی راہنمائی کا کام آپ کے سپرد ہوگا۔ قائداعظم کے سوانح نگاروں نے آپ کے لباس کی صفائی آپ کے بے داغ کردار اور معاملات میں صفائی پر استدلال کیا۔ اسی لیئے کہا گیا ہے "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" کہ جو کل درخت بنے گا اس کی اچھائی کی علامات ابتداء ہی سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اس سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ بچپن میں اچھی عادتیں اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ عمارت جس نے بلند ہونا ہے اس کی بنیاد ابتداء سے ہی مضبوط رکھی جاتی ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ جن کا نام نامی 'مرزا غلام احمد' تھا ان کے مورثِ اعلیٰ یعنی خاندان کے بزرگ بابر مغل بادشاہ کے زمانہ میں سمرقند و بخارا سے دو صد آدمیوں کے ساتھ دلی سے ہوتے ہوئے پنجاب کے اُس علاقے میں جنگل میں آباد ہوئے۔ جہاں انہوں نے قادیان کی بناء ڈالی۔ اسے قلعہ کی صورت آباد کیا۔ اس کے چار دروازے تھے۔

اس علاقہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ کے بزرگوں کو پچاسی گاؤں مغلیہ سلطنت نے دیئے تھے۔ اور آپ کے بزرگوں کو ہفت ہزاری کا عہدہ ملا۔ جس کے معنے یہ تھے کہ وہ اپنی فوج

سات ہزار تک رکھ سکتے تھے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ کے پڑدادا مرزا گل محمد صاحب کے زمانہ میں اُن کے دسترخوان پر پانچ سَو کے قریب آدمی کھانا کھانے والے ہوتے۔ اُن میں ایک سَو عالم، بزرگ اور حافظِ قرآن ہوتے جن کے آپ نے وظیفے مقرر کر رکھے تھے۔

اُس وقت بھی قادیان میں ہر طرف اللہ اور رسولؐ کی باتوں کا چرچا اور ذکر ہوتا تھا۔ اُس زمانہ میں قادیان کا نام اسلام پور تھا۔ قادیان کا نام قاضیان سے بنا کہ آپ کے بزرگ اِس علاقہ کے حاکم اور قاضی تھے۔ یعنی وہ لوگوں کے جھگڑوں اور مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔ پھر وقت گزرنے سے اسلام پور کی بجائے صرف قاضیاں اور پھر قاضیاں سے قادیان رہ گیا۔ یہ بٹالہ کی تحصیل میں بٹالہ سے بارہ میل جانب مشرق واقع ہے۔ بٹالہ سے قادیان تک ریل جاتی ہے۔ مُلک کی تقسیم کے بعد پختہ سڑک کے ذریعہ اسے بٹالہ سے ملا دیا گیا ہے۔ تقسیم ملک کے وقت قادیان کسی بھی مشہور شہر سے پختہ سڑک سے ملحق نہ تھا۔

## ولادت حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

اِس بستی میں ۱۳؍ فروری ۱۸۳۵ء کو جمعہ کے روز چودہ شوال یعنی چاند کی چودھویں رات مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت سے قبل آپ کے بزرگوں کو سلطنتِ مغلیہ کی طرف سے جو پچاسی ۸۵ گاؤں مرحمت ہوئے تھے شورش اور سکھوں کے حملہ سے جاتے رہے تھے۔ لیکن آپ کی ولادت کے ساتھ ہی اللہ کی رحمت ہوئی اور پانچ گاؤں آپ کے والد محترم کو واپس کردیئے گئے۔ اِسی وجہ سے آپ کی والدہ محترمہ جو بہت خدا رسیدہ بزرگ خاتون تھیں آپ سے فرمایا کرتیں:-

"ہمارے خاندان کی مصیبت کے دن تیری ولادت کے ساتھ پھر گئے تھے اور فراخی میسّر آگئی تھی۔"

یہ فراخی اُس تنگی کے بالمقابل فراخی تھی۔ ورنہ پچاسی گاؤں کی اِس خاندان کی سلطنت تھی جس کی واپسی کے لیئے آپ کے والد محترم کوشش کرتے رہے۔

## آپ کی تعلیم

اُس زمانہ میں رئیس اور امراء کے گھروں میں رواج تھا کہ اساتذہ اور علماء کو گھر پر ملازم رکھ کر بچّوں کو تعلیم دلواتے۔ چنانچہ اِس دستور و رواج کے مطابق آپ کے والد محترم نے فارسی، عربی اور دینی تعلیم کے لیئے مختلف اساتذہ کو گھر پر رکھ کر تعلیم دلوائی۔ اِس غرض کے لیئے انہوں نے نیک، متقی، تعلق باللہ رکھنے والے اساتذہ کا انتخاب فرمایا۔ ان میں سے ایک سیالکوٹ کی جامع مسجد کے امام مولوی فضل احمد صاحب تھے۔ فارسی پڑھانے پر جو استاد مقرر تھے ان کا نام فضل الٰہی تھا تیسرے استاد سیّد گل علی شاہ صاحب بٹالہ کے رہنے

والے تھے ۔ مولوی سید گل علی شاہ صاحب پہلے تو آپ کو قادیان میں ہی رہ کر پڑھاتے تھے جب حضرت بانیٔ سلسلہ بڑے ہو گئے تو بٹالہ میں اپنے مکان میں رہ کر گل علی شاہ صاحب سے علم نحو و صرف، منطق اور حکمت پڑھی ۔ اُس زمانہ میں یہ بھی رواج تھا کہ امراء اور رؤساء کے بچوں کے ساتھ دوسرے لوگوں کے بچے بھی آکر تعلیم حاصل کرتے ۔ اور خاکسار نے اپنے زمانۂ طالبعلمی میں دلّی کے عربی مدارس میں یہی رواج دیکھا کہ علم کی تحصیل ہر طالب علم اپنا حق سمجھتا ہے ۔ ہم اساتذہ سے ٹیوشن پڑھتے تھے ۔ لیکن دوسرے طالب علم بطور حق اس میں شامل ہو جاتے تھے ۔ اِس سے ہمارے بچے سمجھ سکتے ہیں کہ علم کا حصول ہر ایک کا حق ہے ۔ اس پر کسی کی اجارہ داری نہیں ۔ اور یہ کہ اُس زمانہ میں خوشحال گھرانوں کے بچے گھر پر اساتذہ کی خدمات حاصل کرتے اور اپنے گھروں میں ہی اُن سے علم حاصل کرتے ۔

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ بچپن میں اُس وقت بھی آپ بہت شوق و ذوق سے علم حاصل کرتے ۔ دوسرے بچوں کی طرح شوخی و شرارت میں ہرگز شریک نہ ہوتے ۔ سبق لینے کے بعد اوپر جاکر سبق یاد کرتے ۔ پھر ضرورت محسوس ہوتی تو استاذ سے پوچھ لیتے یا دوسرے بچوں کو سبق پڑھاتے ۔ اور استاد سے جب پڑھتے تو قرأت خود کرتے ۔

... ... ... ... ...

## صحت جسمانی

انسانی صحت کو قائم رکھنے کے لیئے جسم کو صحت مند رکھنا بہت ضروری ہے ۔ حضرت بانیٔ سلسلہ بچپن میں ورزش کے لیئے پیدل سیر کرتے، ٹہلتے، مونگریاں یا مگدر پھیرتے ۔ فضول کھیلیں جن کا اثر انسانی صحت پر نہیں ہوتا یا وقت کو ضائع کرنے والی کھیلوں سے طبعاً نفرت کرتے اور کبھی ان میں شریک نہ ہوتے ۔ نہ کسی لڑکے کے ساتھ لڑائی یا جھگڑا کرتے کہ یہ شرفاء کا طریق نہیں ۔ اِس کے علاوہ آپ گھڑ سواری اور تیراکی کی مشق کرتے ۔

آپ کا جسم صحت مند اور مضبوط تھا ۔ آپ کی سوانح لکھنے والے لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیالکوٹ کے زمانۂ قیام میں آپ کو معلوم ہوا کہ ایک غیر مسلم دَوڑ میں سب سے آگے نکل جاتا ہے تو آپ نے اس کو مقابلہ کی دعوت دی ۔ دَوڑ کا مقابلہ ہوا اور آپ اُس سے آگے نکل گئے ۔

اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا عزم یہ ہونا چاہیئے کہ ہم سے کوئی آگے نہ نکل جائے ۔ جماعت احمدیہ کے تیسرے امام حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب نے نوجوانوں کو ایک ماٹو دیا تھا کہ "ہم کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے" یعنی کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے ۔ مقابلہ کے ہر میدان میں آگے نکلنا ہے ۔ ایک

عرب شاعر اپنے قبیلہ کی تعریف میں کہتا ہے ؏
"لَنَا الصَّدْرُ دُوْنَ الْعَالَمِیْنَ اَوِ الْقَبْرُ"
کہ ہم یا شہ نشین پر ہوتے ہیں یا اِس کوشش میں جان دے دیتے ہیں۔

بچپن میں آپ کے بکریاں چرانے کا واقعہ یوں ہوُا کہ آپ قادیان سے باہر اپنے کسی کنوئیں پر تشریف فرما تھے۔ پاس کوئی شخص بکریاں چرا رہا تھا۔ آپ نے اُسے فرمایا گھر سے میری فلاں چیز لے آؤ۔ اس نے کہا میری بکریوں کی رکھوالی کون کرے گا۔ فرمایا مَیں یہ کام کروں گا اِس طرح آپ کو گلّہ بانی کا موقع ملا۔

عزیز بچو! سبق سیکھنے والا انسان ہر بات سے سبق حاصل کرتا ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ درخت کے پتّوں کو دیکھتے ہیں تو انہیں خالقِ کائنات کی قدرت اس میں ہویدا نظر آتی ہے۔ بابر بادشاہ مکڑی کو گرتے دیکھتا، پھر اُوپر چڑھتے، پھر گرتے، پھر اُوپر چڑھنے کی کوشش کرتے دیکھتا ہے تو سبق حاصل کرتا ہے کہ مکڑی سات بار گِر کر آخری بار کوشش کرکے اُوپر چڑھنے میں کامیاب ہو سکتی ہے تو مَیں کیوں ہندوستان کو فتح نہیں کر سکتا۔ شکست سے کیوں مایوس ہوں۔

بکریاں چرانے والا سوچتا ہے کہ بکریوں کو غیر کے کھیت میں جانے نہیں دینا۔ اس کے لیۓ وہ خطّہ ممنوع ہے۔ یہی حرام و حلال کی مثال ہے۔ اگر ممنوع کے قریب جانور کو چراؤں گا تو ڈر ہے کہ جانور اُس چراگاہ کے اندر مُنہ داخل نہ کر دے۔ کس طرح پیار اور آواز سے مَیں نے اُسے اس سے دُور رکھنا ہے۔

## آپ کے ہم جماعت

بٹالہ میں ہی مولوی محمد حسین صاحب آپ کے ہم سبق بنے۔ جنہوں نے آپ کی پہلی کتاب براہین احمدیہ پر شاندار تبصرہ کرکے آپ کی دینی، علمی اور روحانی خدمات کو دادِ تحسین دی اور یہیں بٹالہ کے ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مکھن لال کے نواسہ لالہ بھیم سین صاحب جو بعد میں سیالکوٹ کے مشہور وکیل ہوئے، آپ کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے تھے کہ اُس زمانہ میں ہندو بھی فارسی تعلیم کے حصول میں پیش پیش تھے۔ اُس زمانہ کی حضور کی زاہدانہ طبیعت، حذاقت، شرافت اور لیاقت کا اثر تھا کہ لالہ بھیم سین صاحب سیالکوٹ کے زمانہ میں بھی حضرت بانیٔ سلسلہ کا غایت درجہ احترام اور عزّت کرتے تھے اور مولوی محمد حسین صاحب آپ کو وضو کراتے دیکھے گئے۔

مَیں امید کرتا ہوں کہ ہمارے بچّے بھی ایسی عادات اور چلن اختیار کریں گے کہ اُن کے ساتھ پڑھنے والے اُن کا ہمیشہ ادب و احترام کریں۔

## آپ کی بچپن کی نیک خواہش

بعض اوقات بڑی عمر کے لوگ بچّوں سے پوچھا کرتے ہیں کہ بچو! تم بڑے ہو کر کیا

کروگے ، کیا بنوگے ؟ اس سے بچّوں کے ذہنی میلان کا بھی اندازہ کرنا مقصود ہوتا ہے ۔ اور بچّوں کے عزائم معلوم کرنا مراد ہوتی ہے ۔ بلند اور نیک ارادے بچپن سے ہی پختہ کرنے چاہئیں ۔ نگہ بلند ہونی چاہیئے ۔

حضرت مولانا نورالدین صاحب کی زندگی کا ایک واقعہ ہے آپ لکھنؤ ایک بزرگ سے طبابت پڑھنے گئے ۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے ارادہ کر رکھا ہے کہ اب کسی کو نہیں پڑھانا ۔ آپ السلام علیکم کہہ کر واپس مُڑے اور فرمایا بہت اچھا ۔ "ارضِ خدا تنگ نیست ، پائے مرا لنگ نیست "! کہ بہت اچھا خدا کی زمین بہت وسیع ہے اور میں بھی اپاہج نہیں ۔ یہاں نہیں تو کسی اور جگہ سہی ۔ آپ نے یہ فرمایا تو اس نے کہا میاں بات سُنو کہاں تک حکمت پڑھنے کا ارادہ ہے ؟ آپ نے مشہور قدیم حکیم جالینوس کا نام لیا کہ جہاں تک اُس نے پڑھی تھی ۔ آپ نے فرمایا نوجوان ! میں نے ارادہ ترک کیا ۔ تمہیں ضرور پڑھاؤں گا ۔ اگر جالینوس تک طب پڑھنے کا ارادہ ہے تو اس سے ورے تک تو ضرور جاؤ گے ۔ تو دیکھو اُس طبیب کو حضرت مولانا نورالدین صاحب کے عزم نے شکست دی اور اُس نے اپنا ارادہ ترک کر کے آپ کو پڑھانا شروع کر دیا اور پھر حضرت مولانا نورالدین صاحب بھی طب میں اپنے زمانہ کے جالینوس ثابت ہوئے ۔

تو بچّو ! بچپن کے ارادے اور عزائم آئندہ زندگی میں بہت اثر انداز ہوتے ہیں ۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ بچپن میں ساتھ کھیلنے والوں کو یہ کہتے سُنائی دیتے کہ " دعا کرو خدا میرے نصیب نماز کرے " اور پھر خدا نے اسی طرح یہ دعا قبول فرمائی کہ جب بڑے ہوئے تو قادیان کے ایک شخص حافظ معین الدین کو اپنے گھر لے گئے ۔ اس کی روٹی کپڑے کا خرچ خود برداشت کیا کہ نماز باجماعت پڑھا دیا کریں گے ۔ وہ حافظ معین الدین جس کا خاندان ڈھول بجایا کرتا تھا پھر پارسے کا سونا بن گیا ۔ پیارے بچّو ! اللہ اُن کو بلندیاں نصیب کرتا ہے اور ان کے درجات بلند کرتا ہے جو خاک آلودہ لوگوں کو اُٹھا کر اپنے سینوں سے لگاتے ہیں ۔

ایڈیٹر صاحب رسالہ تشحیذالاذہان کی خواہش پر میں نے یہ چند سطور سپردِ قلم کی ہیں اس امید پر کہ تشحیذ کا مطالعہ کرنے والے بچے حضرت اقدس کے بچپن کے واقعات سے سبق حاصل کریں گے ، ان حالات کو پڑھ کر عمل کرنے کی کوشش کریں گے ۔ خدا کرے ایسا ہی ہو ۔ آمین یا ارحم الراحمین ؛

# احمدی بچوں کا عزم

محترم نسیم سیفی صاحب

عہد و پیمانِ وفا کی شرطِ اوّل ہے یہی
دین کی خدمت میں ہوگی وقف اپنی زندگی

یوں تو ہم اللہ سے خوشیوں کے ہیں اُمیدوار
اور ضرورت ہو تو ہم قرباں کریں گے ہر خوشی

علمِ قرآں سے سجائیں گے ہم اپنے روز و شب
اور راتوں کو عطا کر دیں گے دن کی روشنی

درد بانٹیں گے زمانے بھر کے ہر نادار کا
ختم کر دیں گے غریبوں، بیکسوں کی بے کسی

وہ ہمارے بھائی جو پسماندگی کا ہیں شکار
دُور کر دیں گے ہم اُن کی زندگی کی ہر کمی

ہم ابھی کم عمر ہیں کمزور ہیں کم علم ہیں
عزم و ہمّت سے ارادے تو نہیں ہرگز تہی

جذبۂ دل اور دعائیں ہیں ہمارے ساتھ ساتھ
کیا نہ کر پائیں گے ہم نے یہ نہیں سوچا کبھی

جو بتائیں گے ہمارے جان سے پیارے امام
کام کرتے جائیں گے ہم ساری دُنیا میں وہی

اُن کی ہر ہر بات پر ہوگا سرِ تسلیم خم
ہر اشارے پر کہیں گے "بات ہم نے مان لی"

مجھ سے کچھ بچوں نے یہ باتیں کہی تھیں ایک دن
اور نسیم اب بن گئی ہیں میرا جزوِ شاعری

# جماعت احمدیہ کا مستقبل

(فضل احمد شاہد۔ مربی سلسلہ احمدیہ)

عزیز بچو! ہم اُس خوش قسمت جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جس کے قیام کی خبریں بڑی وضاحت کے ساتھ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں دی گئی ہیں۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ ہر مذہب کے بانی نے ایک آنے والے کی خبر دی تھی جس نے اس زمانہ میں ظہور فرما کر زمانے کے لوگوں کی اصلاح کرنی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم اس عظیم انسان پر ایمان لے آئے اور اس کی جماعت میں شامل ہو کر بہت سے خدائی انعامات کے وارث ٹھہرے۔

اس بابرکت جماعت کی بنیاد ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو حضرت منشی احمد جان صاحب لدھیانوی کے گھر لدھیانہ میں رکھی گئی۔ اس کے قیام کو سو سال ہو گئے۔ جب سے اس جماعت کی بنیاد رکھی گئی اس کی مخالفت میں اور اس کو مٹانے کے لیئے اس کے مخالفوں نے ہر ممکن تدابیر اختیار کیں مگر وہ اپنے تمام منصوبوں میں ناکام و نامراد رہے اور وہ شخص جس کے بارہ میں یہ کہا جاتا تھا کہ اس کی آواز کو قادیان سے باہر نہیں نکلنے دیا جائے گا آج اس کی آواز دنیا کے ۱۲۰ ممالک میں گونج رہی ہے اور دن بدن اس آواز کی عظمت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

اس جماعت کا دن بدن ترقی کی طرف جانا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اس کے بڑھنے، پھلنے پھولنے میں انسانی تدابیر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا پوشیدہ ہاتھ کام کر رہا ہے۔ اور جب کسی کی تائید میں خود خدا ہو تو کون ہے جو اس کو مٹا سکے۔

پس جماعت احمدیہ کا ماضی کی ان گنت

مخالفتوں کے باوجود دن بدن بڑھتے جانا اِس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ اس کا مستقبل روشن تر ہوگا ـــــ اس موضوع کی وسعتوں میں جانا میرا مقصد نہیں ۔ مَیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے مستقبل کے بارہ میں سیدنا حضرت اقدس بانیٔ جماعت احمدیہ نے کیا فرمایا ـــــ اِس بارہ میں آپ کی تحریروں سے کیا ثابت ہے ۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تحریروں پر نظر ڈالنے سے یہ باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں ۔

۱۔ آپ نے جماعت کے روشن مستقبل کے بارہ میں بڑی وضاحت سے تحریر فرمایا۔

۲۔ ان تحریروں کو اس لحاظ سے بہت غیرمعمولی عظمت حاصل ہے کہ یہ تحریریں اُس شخص کے ہاتھ کی ہیں جس کو جماعت کے مستقبل کے بارہ میں الہامات کے ذریعہ بار بار بشارتیں دی گئی تھیں ۔

۳۔ یہ تحریریں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے غیرمعمولی یقین، ایمان اور قوتِ توکل پر بھی روشنی ڈالتی ہیں ۔ حضرت بانیٔ سلسلہ ایک موقعہ پر فرماتے ہیں :۔

"مَیں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ مَیں سچ پر ہوں اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے اِس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک مَیں دُوربین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا سچائی کے تحتِ اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ مَیں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اَور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لیئے ایک اَور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر مَیں دیکھ رہا ہوں ۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہؤا ہے جس نے ایک پُتلی کی طرح اس مشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے ۔"

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد سوم صہ ۴۰۳ اشاعت ۱۹۵۸ء)

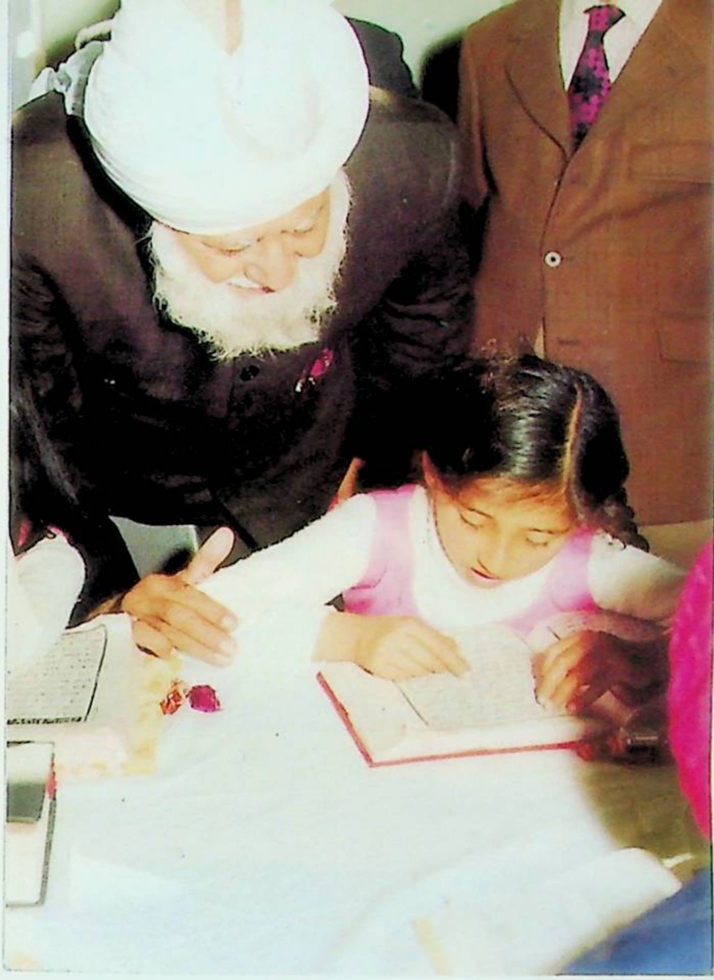
جب لوگوں پر ابتلاء آتے ہیں تو وہ گھبرا جاتے ہیں، اُن کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں، وہ دل چھوڑ بیٹھتے ہیں اور اپنے مشن کی راہ میں مختلف قسم کی رُکاوٹیں دیکھ کر اُنہیں یہ خیال آتا ہے کہ وہ اپنے مشن میں ناکام رہیں گے مگر خدا تعالیٰ کے دیگر ماموروں کی طرح ایسے مواقع پر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو اپنی جماعت کی ترقی پر ایسا یقین اور ایمان تھا جو اُس وقت کے احمدیوں کیلئے ایمان کی ترقی کا باعث تھا، آج بھی ہے، اور قیامت تک آنے والے احمدیوں کے ایمانوں کو یہ تحریریں تازہ کرتی رہیں گی ـــــ چنانچہ



حضور صد سالہ تقریبات کے موقعہ پر




احمدیت کی دوسری صدی کی پہلی بیعت کی ایک یادگار جھلک



جماعتِ احمدیہ کے تیسرے امام
سیّدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب
ایک بچی سے قرآن کریم سُنتے ہوئے

صدر مجلس خدام الاحمدیہ سابق صدر مجلس کو
اطفال الاحمدیہ پاکستان کی طرف سے
سپاسنامہ پیش کر رہے ہیں۔
دائیں جانب مہتمم اطفال کھڑے ہیں



ابتلاؤں کے مواقع پر آپ نے بڑے واضح لفظوں میں یہ پُرشوکت اعلان فرمائے :-

"میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں"

"مجھے وہ ہمّت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں"

"خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا"

افغانستان میں آپ کی جماعت کی ایک عظیم الشان ہستی حضرت صاحبزادہ عبداللطیف کو دشمنانِ احمدیت نہایت سنگدلی سے قتل کر دیتے ہیں —— اس کمر توڑ صدمہ کے عالم میں، اِن غم کے لمحات میں خدا کا یہ شیر ایک کتاب لکھ دیتا ہے۔ یہ کتاب "تذکرۃ الشہادتین" کے نام سے معروف ہے —— اس کتاب میں بجائے گھبراہٹ کے اس مردِ خدا نے اپنی جماعت کے تمام دنیا پر چھا جانے کی پیشگوئی فرما دی —— اور ایسے مبارک الفاظ استعمال فرمائے جن سے قیامت تک آنے والی رُوحیں چین پاتی رہیں گی —— بعض لوگ اپنے مشن کی کامیابی پر یقین تو رکھتے ہیں لیکن صرف اِس حد تک کہ وہ اپنی زندگی میں ناکام نہ ہوں گے۔ انہیں اپنی موت کے بعد اپنا مشن تاریک نظر آتا ہے لیکن حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو جب وفات کی خبر دی گئی تو آپ نے رسالہ الوصیت تحریر فرمایا۔ اس رسالہ کی ساری عبارتیں ظاہر کر رہی ہیں کہ ہمارے پیارے آقا کو دو اور دو چار کی طرح اپنے بعد اپنی جماعت کے وجود کے دوام اور ترقی پر یقین تھا۔ اس سلسلہ میں آپ نے افرادِ جماعت کو آئندہ ابتلاؤں سے خبردار کرتے ہوئے یہ فرمایا :-

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھُولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٔ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنّم تک پہنچائے گی اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اُس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور اُن پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور

قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا اُن سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے۔

(الوصیّۃ صف۹)

اِن مبارک الفاظ پر غور کریں، سوچیں، ہر لفظ ہمارے ایمان میں ایک نئی زندگی اور حرارت پیدا کرتا ہے ـــــ آپ کی یہ تحریریں ثابت کر رہی ہیں کہ جماعت آپ کے بعد نہ صرف فتح حاصل کرے گی بلکہ افرادِ جماعت کے لیئے اَن گنت برکتوں کے سامان بھی ہوں گے۔

عزیز بچّو! یہ کسی دیوانے کے مُنہ سے نکلی ہوئی باتیں نہیں بلکہ اُس قلم سے نکلی ہوئی باتیں ہیں جسے خدا خود لکھاتا تھا ـــــ دیکھو! جماعت کے لیئے برکتوں کے دروازے کس طرح ہر رنگ میں کھولے گئے۔ جماعت احمدیہ علم کے میدان میں، اخلاق کے میدان میں، ایمان کے میدان میں، قبولیتِ دُعا کے میدان میں، مالی برکات کے میدان میں، نفوس میں طرح طرح کی برکات حاصل کرنے میں ـــــ کس طرح دنیا پر غالب آتی جا رہی ہے ـــــ گویا جماعت کا مستقبل ہر پہلو سے روشن ہے۔ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ، جماعت احمدیہ کے غلبہ کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اِس جماعت کی بڑی عمر ہوگی اور شیطان اس پر غالب نہیں آئے گا اور شیطانی گروہ اُن پر غلبہ نہیں کرے گا۔ اُن کی حجّت تلوار سے زیادہ تیز اور نیزہ سے زیادہ اندر گھُسنے والی ہوگی اور وہ قیامت تک ہر ایک مذہب پر غالب آتے رہیں گے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفہ ۱۴۶)

بعض لوگ اِس بات کو عظمت دیتے ہیں کہ اُن کا ساتھ بڑے بڑے لوگ دیں۔ خدا تعالیٰ کے انبیاء کو اِن باتوں سے غرض نہیں ہوتی لیکن حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے خدا تعالیٰ سے خبر پاکر اِس بات کا بھی اعلان فرما دیا کہ ایسے لوگ بھی جماعت میں داخل ہوں گے جن کو دنیا بڑا سمجھتی ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

"مجھے اللہ جلّ شانہٗ نے یہ خوشخبری دی ہے کہ وہ بعض امراء اور ملوک کو بھی ہمارے گروہ میں داخل کرے گا۔ اور مجھے اُس نے فرمایا کہ مَیں تجھے برکت پر برکت دونگا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

(برکات الدعا۔ روحانی خزائن جلد ششم صفہ ۳۵۔ اشاعت دسمبر ۱۹۵۹ء)

اِسی مضمون کو آپ اِن الفاظ میں بھی بیان

فرماتے ہیں :۔

"باوجود مولویوں کی اِس قدر مخالفت کے پھر اِس قوم کا ترقی کرنا، کیا یہ معجزہ نہیں جبکہ وہ اپنے ارادوں میں عاجز آ گئے۔ کس قدر جدّ وجہد ان لوگوں نے ہمارے نابود کرنے کے لیے کی۔۔۔۔۔۔

خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔ یہ برکت ڈھونڈنے والے بیعت میں داخل ہوں گے اور اُن کے بیعت میں داخل ہونے سے گویا سلطنت بھی اس قوم کی ہوگی۔ پھر مجھے کشفی رنگ میں وہ بادشاہ دکھائے بھی گئے۔ وہ گھوڑوں پر سوار تھے اور چھ سات سے کم نہ تھے۔ اصل یہ ہے کہ خدا کے کام تدریجی ہوتے ہیں۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کی گلیوں میں تکلیف اٹھاتے پھرتے تھے اُس وقت کون خیال کرسکتا تھا اس شخص کا مذہب دنیا میں پھیل جائیگا۔"

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۴۴)

خدا تعالیٰ کے ماموروں کو اپنا مستقبل اِس وجہ سے روشن نظر آتا ہے کہ خدا تعالیٰ قدم قدم پر اُن کی نصرت کرکے اُن کو اپنے فعل سے اُن کا مستقبل روشن دکھاتا ہے۔ اِس ضمن میں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ "لیکچر لدھیانہ" میں فرماتے ہیں :۔

"آج میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ یا تو وہ زمانہ تھا کہ جب میں اِس شہر میں آیا اور یہاں سے گیا تو صرف چند آدمی میرے ساتھ تھے اور میری جماعت کی تعداد نہایت ہی قلیل تھی اور یا اب وہ وقت ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ ایک کثیر جماعت میرے ساتھ ہے اور جماعت کی تعداد تین لاکھ تک پہنچ چکی ہے اور ترقی ہو رہی ہے اور یقیناً کروڑوں تک پہنچے گی پس اس انقلاب عظیم کو دیکھو کہ کیا انسانی ہاتھ کا کام ہوسکتا ہے دنیا کے لوگوں نے تو چاہا کہ اِس سلسلہ کا نام و نشان مٹا دیں اور اگر اُن کے اختیار میں ہوتا تو وہ کبھی کا اِس کو مٹا چکے ہوتے مگر یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے وہ جن باتوں کا ارادہ فرماتا ہے دنیا اُن کو روک نہیں سکتی اور جن باتوں کا دنیا ارادہ کرے مگر خدا تعالیٰ اُن کا ارادہ نہ کرے وہ کبھی ہو نہیں سکتی ہیں۔"

(لیکچر لدھیانہ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۵۰)

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مشن کی راہ میں آج بھی متعدد قسم کی رُکاوٹیں ہیں —— اور ہمارے مخالفین ہمیں مٹانے کے لیئے نئی نئی راہیں نکال رہے ہیں —— وہ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچانے کی بجائے آپ کو اور آپ کی جماعت کو طرح طرح کی گالیوں اور بدزبانیوں سے ستا رہے ہیں۔ مگر آج بھی ہمیں سَو سال قبل لکھی جانے والی تحریریں سہارا دے رہی ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں لازماً اپنے مقصد میں کامیاب کرے گا —— حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی تحریریں دن بدن اپنی صداقت اور اپنے حُسن کو ظاہر کریں گی اور سلسلِ احمدیت میں داخل ہونے والوں کو اُن کے ایمان میں بڑھاتی چلی جائیں گی۔ حضرت بانیٔ سلسلہ افرادِ جماعت کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ نے اِس جماعت کو اختیار کیا اور پسند فرمایا کہ وہ اس کی سرپرست ہو ...... وہ چاہتا ہے کہ یہی قوم ہوگی جو بعد میں آنے والوں کیلئے نمونہ ٹھہرے گی اس کے ثمرات برکات آنے والوں کے لیئے ہوں گے اور زمین پر محیط ہو جائیں گے۔"

(ملفوظات جلد ہشتم صـ۳۲۶)

پس حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی تحریرات ہمارے لیئے ہر آن نئے عزم کا پیغام لے کر آتی ہیں اور اپنی شان و شوکت سے یہ اعلان کر رہی ہیں کہ :-

"جو کام اللہ تعالیٰ کے جلال اور اُس کے رسول کی برکات کے اظہار اور ثبوت کے لیئے ہوں اور خود اللہ تعالیٰ کا اپنے ہی ہاتھ کا لگایا ہوُا پودا ہو پھر اس کی حفاظت تو خود فرشتے کرتے ہیں۔ کون ہے جو اس کو تلف کر سکے۔"

(ملفوظات جلد ہشتم صـ۱۴۸)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو اپنے مشن کی کامیابی پر یہاں تک یقین تھا کہ آپ نے فرمایا :-

"اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے تب بھی مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہوگا۔"

(ملفوظات جلد ۸ صـ۱۴۸)

پس اے احمدیت کے ننھے مُنّے مجاہدو! آج آپ مخالفین احمدیت کی مخالفانہ کارروائیوں کو دیکھ کر پریشان نہ ہوں۔ آپ کے دل غمگین نہ ہوں کہ جو کچھ آپ آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، یہ سَو سال سے جاری ہے —— پس اگر سَو سالہ مخالفت کے باوجود ہم مٹنے کی بجائے ۱۲۰ ممالک میں پھیل چکے ہیں اور ہر دم بڑھتے

چلے جا رہے ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ خدا جس نے ہمیں سو سال میں نہیں چھوڑا اب چھوڑ دے ــــ پس آئیے ! اپنے آقا کی تحریروں کی طرف ــــ اپنی بند الماریوں سے ان قیمتی کتب کو نکالئے انہیں پڑھیئے ــــ آپ حیران ہوں گے کہ آپ کے سارے غم ان تحریروں سے دُھل جائیں گے ۔ آپ کو چٹانوں سے مضبوط ایمان نصیب ہوگا ۔ آپ احمدیت کی صداقت پر اس طرح مضبوطی سے جم جائیں گے کہ آپ کے ایمان کو دنیا کی کوئی طاقت چھین نہ سکے گی ۔ اور آپ میں سے ہر ایک اس زندہ یقین پر مضبوطی سے قائم ہوگا ؂

صداقت میرے آقا کی زمانے میں عیاں ہوگی
جہاں میں احمدیت کامیاب و کامراں ہوگی

---

**بقیہ: مرکز ربوہ کا قیام** از صفحہ ۴۲

ضائع نہیں کرے گا جس پر نعرۂ تکبیر لگے ہیں ۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا گیا ہے ۔ یہ بستی قیامت تک خدا تعالیٰ کی محبوب بستی رہے گی اور قیامت تک اس پر برکتیں نازل ہوں گی ۔ اس لیئے یہ کبھی نہیں اُجڑے گی کبھی تباہ نہ ہوگی !!

# نتیجہ خصوصی امتحان

مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے احمدیہ صد سالہ جشن تشکر کے موقعہ پر اطفال الاحمدیہ کا ایک خصوصی امتحان لیا گیا تھا ۔ جس میں ۲۴ مجالس کے ۲۹۲ر اطفال نے شرکت کی ۔ جس میں ربوہ کے ۲۰۸ر اطفال شامل تھے ۔ ممتحن صاحبان کے تیار کردہ نتائج کے مطابق پہلی دس پوزیشنیں حاصل کرنے والے اطفال کے نام حسب ذیل ہیں :-

اوّل ۔ سید طارق وقار ــــ النور کراچی
دوم ۔ خرم شہزاد صدیقی ــــ پشاور روڈ راولپنڈی
سوم ۔ محمد افضل بٹ ــــ نارووال ضلع سیالکوٹ
چہارم ۔ عطاء القدوس ــــ چک ۸۴ ۔ فتح
ضلع بہاولپور
پنجم ۔ کاشف مختار اعوان ــــ احمدپور شرقیہ بہاولپور
ششم ۔ ممتاز احمد ــــ واہ کینٹ
ہفتم ۔ قیصر ندیم ــــ سمن آباد لاہور
ہشتم ۔ مبشر احمد ــــ وحدت کالونی لاہور
نہم ۔ امتیاز احمد رانا ــــ ربوہ
دہم ۔ مجد الدین مجد ــــ ربوہ

اللہ تعالیٰ تمام بچوں کا یہ اعزاز مبارک فرمائے ۔ آمین

(مہتمم اطفال)

# احمدیّت کی ترقّی کی رفتار میں حیرت انگیز اضافہ

جب سے ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ لندن تشریف لے گئے ہیں جماعت احمدیہ کی ترقی کی رفتار کئی گنا بڑھ چکی ہے۔ ۱۹۸۹ء میں لندن میں ہونے والے سالانہ جلسہ میں حضور نے اپنے لندن میں پانچ سالہ قیام کے نتیجے میں جماعت احمدیہ کو حاصل ہونے والی عظیم الشان فتوحات کا ذکر فرمایا۔ ان چند سالوں میں جماعت احمدیہ کو ملنے والی کامیابیوں کا ذکر حضور کے خطاب سے نہایت اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

- ایک مُلک میں جماعتوں کی تعداد ۱۶ سے بڑھ کر ۱۶۰ ہو گئی۔
- ایک دوسرے مُلک میں جماعتوں کی تعداد ۶ سے بڑھ کر ۶۶ ہو گئی۔
- گزشتہ چار سالوں میں ساری دنیا کی جماعتوں میں ۱۳۰۸ کا اضافہ ہوا۔
- جماعت کو دنیا بھر میں ۶۶۰ نئے بیوت الذکر بنانے کی توفیق ملی اور ۲۰۱ بنے بنائے بیوت الذکر اس کے علاوہ ہیں۔
- مشن ہاؤسز کی تعداد ۱۷۵ تھی جبکہ اب یہ تعداد ۳۰۱ ہو چکی ہے۔
- ایک مخلص داعی الی اللہ کی کاوش کے نتیجہ میں ۱۳۸۰۰ سے زائد بیعتیں ہونے اور پھر ان کے پینتیس چالیس ہزار تک بڑھ جانے کی خوشکن اطلاع بھی ملی ہے۔
- حضور نے فرمایا، میری خواہش تھی کہ جوبلی کے سال ایک لاکھ بیعتیں ہوں۔ چنانچہ اس جلسہ (اگست ۸۹ء) تک اکسٹھ ہزار سے زائد بیعتیں ہو چکی ہیں۔
- تحریک وقفِ نَو میں اب تک ۲۶۷۱ بچے وقف ہو چکے ہیں۔
- اب تک ۲۷ زبانوں میں قرآن کریم کے مکمل تراجم شائع ہو چکے ہیں جبکہ کئی زبانوں میں مکمل تراجم طباعت کے مراحل میں ہیں۔
- ۱۱۵ زبانوں میں قرآن کریم کی منتخب آیات کے تراجم اور ۱۱۲ زبانوں میں منتخب احادیث کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔
- ۱۰۷ زبانوں میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی تحریرات کے منتخب اقتباسات کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔
- ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۸ء تک گیارہ مختلف زبانوں میں ۱۲۰ کتب بھی شائع ہو چکی ہیں۔

# روشن ستارے

تحقیق و ترتیب :- امین الرحمٰن - انتصار احمد نذر

تشحیذی نونہالو! اگلے صفحات میں آپ کے لیے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اُن رفقاء کے حالاتِ زندگی پیش کیے جائیں گے جنھیں حضور کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔

جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھنے کا مقصد ایک پاک گروہ کا قیام تھا، چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی اولین بیعت کرنے والوں نے اپنے اندر ایسی پاک تبدیلی پیدا کی کہ گویا نئے وجود بن گئے۔ حضور اقدس کی پاک تربیت کے نتیجے میں ہی یہ لوگ آسمانِ احمدیت کے روشن ستارے بنے۔ کہتے ہیں کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ حضور کے یہ رفقاء درختِ احمدیت کے شیریں اثمار تھے جن کی پاک باطنی، بے نفسی، فدائیت اور جماعت کی بے لوث خدمت کے جذبات آئندہ نسلوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

اب یہ آئندہ نسلوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اِن بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے فدائی احمدی بنیں اور اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کر کے خدا کے حضور قرب کے سامان کریں۔

# حضرت پیر افتخار احمد صاحب

حضرت صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحب حضرت صوفی احمد جان صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے۔ حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانہ کے مشہور صوفی بزرگ تھے اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ جب حضرت اقدس کی کتاب "براہین احمدیہ" چھپی تو حضرت صوفی صاحب کے دل میں حضرت اقدس کی محبت راسخ ہو گئی۔ لیکن بحکم الٰہی حضرت صوفی احمد جان صاحب حضرت بانی سلسلہ کے دعویٰ سے پہلے ہی ۱۲ دسمبر ۱۸۸۵ء کو وفات پا گئے۔ آپ کی وفات پر حضرت بانی سلسلہ بنفس نفیس لدھیانہ تشریف لے گئے اور آپ کے اہلِ خانہ سے تعزیت کا اظہار فرمایا۔ حضور نے ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو پہلی بیعت بھی حضرت صوفی صاحب کے مکان پر ہی لی۔

حضرت صوفی صاحب کے دو صاحبزادے تھے۔ اُن میں سے بڑے صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحب تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب ۱۴ شعبان ۱۲۸۲ ہجری بمطابق دسمبر ۱۸۶۵ء کو پیدا ہوئے۔

آپ نے حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی پہلی زیارت اُس وقت کی جبکہ حضور ۱۸۸۴ء میں تین دن کے لیے لدھیانہ تشریف لے گئے تھے۔ آپ اپنے والد صاحب اور اپنے چھوٹے بھائی حضرت پیر منظور محمد صاحب کے ساتھ لدھیانہ کے ریلوے سٹیشن پر حضور کے استقبال کے لیے گئے۔ حضور اقدس تین دن کے بعد لدھیانہ سے واپس قادیان تشریف لے گئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اطلاع ملی کہ حضرت صاحب شادی کے لیے دہلی تشریف لے جائیں گے اور فلاں وقت ریلوے سٹیشن لدھیانہ سے گاڑی گزرے گی۔ چنانچہ آپ اپنے والد صاحب کے ساتھ لدھیانہ سٹیشن گئے اور جتنی دیر گاڑی کھڑی رہی حضرت اقدس لدھیانہ ریلوے سٹیشن پر ہی کھڑے رہے۔

اس کے بعد سیدنا حضرت بانی سلسلہ کے صاحبزادہ بشیر اوّل کے عقیقہ کے موقع پر حضرت اقدس نے لدھیانہ کے احباب کو دعوت بھیجی تو جو لوگ حضور کی اس دعوت پر قادیان آئے اُن میں حضرت صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحب بھی شامل تھے۔ یہ آپ کا قادیان کی طرف پہلا سفر تھا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد بحمداللہ تعالیٰ ۱۸۹۲ء میں آپ مع اہل و عیال ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔ حضور اقدس نے اپنی رہائش کے مکانوں میں ہی جگہ دی۔ ایک روز حضور نے فرمایا کہ انسپکٹر مدارس آیا ہوا ہے اُس سے کہو کہ قادیان کے سکول میں تم کو رکھ لے۔ آپ نے حضور کے ارشاد کی تعمیل میں انسپکٹر سے مل کر کہا کہ وہ آپ کو قادیان کے سکول میں مدرس کی آسامی دے دیں۔ اُس انسپکٹر نے آپ کی تعلیم وغیرہ کا پوچھا اور پھر اُس نے آپ کی تعیناتی کی

باضابطہ کارروائی کی اور یوں آپ قادیان کے سکول میں مدرس ہو گئے۔

پانچ سال کے قریب آپ قادیان میں رہے پھر لدھیانہ چلے گئے۔ پھر ۱۹۰۱ء میں مع اہل و عیال قادیان آئے اور پھر وہیں کے ہو رہے۔ ۱۹۰۲ء میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت اقدس کی اجازت سے محرّری کے کام پر آپ کو رکھ لیا۔ آپ کے ذمہ لنگر اور سکول کا چندہ اور حضور کے خطوط کا جواب لکھنا تھا۔

حضرت پیر افتخار احمد صاحب کی زندگی عجز و انکسار کی مجسّم تصویر تھی۔ آپ ایک فرشتہ سیرت بزرگ تھے۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں بے تکلف باتیں کر لیتے تھے۔ نہایت درجہ کم سخن تھے۔ ہمیشہ راضی بقضا رہتے اور کوئی حرفِ شکایت زبان پر نہ لاتے۔ ان کے جوان لڑکے فوت ہوئے مگر کیا مجال کہ زبان سے اُف تک نکل جائے۔ آپ نے ایک کتاب تصنیف فرمائی "انعاماتِ خداوند کریم"۔ یہ کتاب آپ کے صوفیانہ مزاج کا پتہ دیتی ہے۔

آپ کے والد بزرگوار کی طرح حضرت اقدس کو آپ سے بھی محبّت تھی۔ حضور نے اپنی تصنیف ازالہ اوہام میں آپ کا ذکر انتہائی خوبصورت الفاظ میں کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

> "اور وہ مادہ ان میں پایا جاتا ہے جو ترقی کرتا کرتا فانیوں کی جماعت میں انسانوں کو داخل کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ روحانی غذاؤں سے ان کو حصہ وافر بخشے اور اپنے عاشقانہ ذوق و شوق سے سرمست کرے۔"

نیز فرمایا:-

> "افتخار احمد صاحب اِس عاجز سے کمال درجہ کا اخلاص رکھتے ہیں اور آثار رشد و اصلاح و تقویٰ ان کے چہرے پر ظاہر ہیں۔ وہ باوجود متوکلانہ گزارہ کے اوّل درجہ کی خدمت کرتے ہیں اور دل و جان کے ساتھ اِس راہ میں حاضر ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو ظاہری اور باطنی برکتوں سے متمتع کرے۔"

## حضرت منشی محمد خان صاحب

حضرت منشی محمد خان صاحب کا تعلق ریاست کپور تھلہ سے تھا اور آپ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے قدیم رفقاء میں سے تھے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ کے دعویٰ کے بعد جلد ہی آپ نے اپنے دو دوستوں کے ساتھ حضور اقدس کی بیعت کر لی۔ آپ کی بیعت کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے ایک دوست حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی عمر ۱۹ سال کی ہو گی کہ آپ کو کپور تھلہ کے سیشن جج حاجی ولی اللہ صاحب سے براہین احمدیہ مل گئی جسے آپ دوسروں کو سُناتے سُناتے حضرت اقدس کے شیدا بن گئے۔ اسی دَوران جالندھر میں آپ کو حضور اقدس کی زیارت نصیب ہوئی۔ کپور تھلہ میں واپس آکر اپنے دوستوں حضرت منشی اروڑے خان

صاحب اور حضرت منشی محمد خان صاحب سے اپنے تاثرات بیان کیے تو انہیں بھی اشتیاق پیدا ہو گیا اور پھر جلد ہی یہ تینوں بزرگ بیعت کا عزم لے کر قادیان پہنچے۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے بیعت کا حکم نہیں ہے۔ لیکن ہم سے ملتے رہا کرو۔ چنانچہ اس کے بعد یہ تینوں دوست کئی دفعہ قادیان گئے۔ اور جب بیعت کا حکم ملا تو شمع احمدیت کے گرد پروانوں کی طرح جمع ہو گئے۔ لدھیانہ پہنچے اور حضرت اقدس کی بیعت کر لی۔

آپ نے بیعت کے بعد اپنے اخلاص میں بے حد ترقی کی۔ حضرت اقدس نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں اپنے مخلص رفقاء کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے بارے میں فرمایا ؛-

"حبی فی اللہ میاں محمد خان صاحب ریاست کپورتھلہ میں نوکر ہیں۔ نہایت درجہ کے غریب طبع، صاف باطن، دقیق فہم، حق پسند ہیں۔ اور جس قدر انہیں میری نسبت عقیدت و ارادت و محبّت و نیک ظن ہے میں اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ مجھے ان کی نسبت یہ تردّد نہیں کہ اُن کے اس درجہ ارادت میں کچھ ظن پیدا ہو۔ بلکہ یہ اندیشہ ہے کہ حد سے زیادہ نہ بڑھ جائے۔ وہ سچّے وفادار اور جاں نثار اور مستقیم الاحوال ہیں۔ خدا اُن کے ساتھ ہو۔"

آپ نے اپنے وقت اور مال کو بھی سلسلہ کے لیے وقف کیا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے جب یہ تحقیق فرمائی کہ عربی تمام زبانوں کی ماں ہے اس وقت حضور کے جن چند خوش قسمت رفقاء نے انتہائی محنت اور عرقریزی سے حضور کی اس تحقیق میں ہاتھ بٹایا آپ کا نام بھی اُن میں شامل تھا۔ چنانچہ حضور نے اپنی کتاب منن الرحمٰن کے شروع میں اپنے مخلص رفقاء کے ساتھ آپ کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

حضرت منشی محمد خان صاحب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی زندگی میں ہی جنوری ۱۹۰۴ء میں انتقال کر گئے۔

## حضرت سیٹھی غلام نبی صاحب

حضرت سیٹھی غلام نبی صاحب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اُن جلیل القدر رفقاء میں سے تھے جن کے اسماء حضور نے اپنی کتاب انجام آتھم میں درج فرمائے۔

آپ نے ۱۸۹۲ء میں حضور اقدس کی بیعت کی۔ اس وقت آپ راولپنڈی میں تھے۔ آپ کو کسی شخص کے ذریعے حضرت بانیٔ سلسلہ کے دعویٰ کا پتہ چلا۔ اس کے بعد آپ نے حضور کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں آپ نے حضرت مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے بارے میں دریافت فرمایا تو پتہ چلا کہ انہوں نے تو حضور کی بیعت کر لی ہے۔ چنانچہ اُسی وقت آپ نے

قلم دوات لی اور حضرت اقدس کو بیعت کا کارڈ بھجوا دیا۔ آپ کے بیعت کرتے کے ساتھ ہی سب لوگ آپ کے مخالف ہو گئے مگر آپ ثابت قدم رہے۔

کچھ ہی عرصہ کے بعد آپ قادیان تشریف لے گئے اور حضرت اقدس سے ملاقات کا شرف پایا۔ آپ نے اپنے قادیان جانے کا ذکر ان الفاظ میں کیا کہ جب مَیں نے حضور سے ملاقات کی اور آپ سے مصافحہ کیا حضور کھڑے رہے اور مجھ کو اشارہ کیا کہ چارپائی پر بیٹھو۔ مَیں نے عرض کی کہ آپ چارپائی پر تشریف رکھیں، مَیں چٹائی پر بیٹھوں گا کیونکہ ہم پیروں کے آداب کے عادی تھے۔ مگر پاس کھڑے ایک شخص نے کہا کہ تابعداری کرو۔ چنانچہ مَیں چارپائی پر بیٹھ گیا۔ حضور نے ایک بکس کھول کر مصری نکالی اور گلاس میں ڈال کر خود ہی گھڑے سے پانی ڈالا اور شربت بنا کر مجھ کو دیا کہ پیو۔ مَیں نے وہ لے کر پی لیا۔ اس کے بعد روٹی کے متعلق دریافت فرمایا۔ عرض کیا کہ بٹالہ سے کھا کر آیا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ گرمی سخت ہے اور آپ گرمی میں آئے ہیں اس لئے نیچے گول کمرہ میں آرام کریں ـــــ اس کے بعد دو تین روز بعد آپ قادیان سے رخصت ہوئے تو حضور اقدس الوداع کرنے کے لئے خود تشریف لائے۔

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ، حضرت سیٹھی غلام نبی صاحب سے کس قدر شفقت فرماتے تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے جو حضرت سیٹھی غلام نبی صاحب نے بیان فرمایا ہے کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مَیں مفتی فضل الرحمٰن صاحب کے مکان پر معہ اہل و عیال رہتا تھا۔ رات کوئی بارہ بجے کا وقت ہوگا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت صاحب ایک ہاتھ میں لیمپ اور دوسرے ہاتھ میں بالٹی اور گلاس لیئے کھڑے ہیں اور فرمایا:۔

"دودھ آگیا ہے اس لئے مَیں آپ کے لیئے لے آیا۔"

مَیں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ خدا کی طرف سے امام ہے اور ایسی انکساری!

حضرت سیٹھی غلام نبی صاحب ۱۹۲۴ء میں ہجرت کرکے قادیان آگئے۔ اور محلہ دارالرحمت میں مکان بنایا۔ آپ نے اپنی زندگی میں ہی وصیت کا چندہ ادا کرکے رسید حاصل کرلی۔ آخری عمر میں آپ دمہ کی تکلیف میں مبتلا ہو گئے اور ۱۶ر اپریل ۱۹۳۰ء کو وفات پائی۔

## حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب

پیارے بچو! حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ایک جاں نثار ساتھی حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب مغل برلاس قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا گاؤں حکیم پور تھا جو کلانور (ضلع گورداسپور) سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ آپ اگست

۱۸۷۵ء میں بمقام کلانور پیدا ہوئے۔ آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور میں بی اے تک تعلیم پائی اور بعدازاں چیفس کالج لاہور میں بطور سائنس ماسٹر کام کرتے رہے۔ مباحثہ دہلی کے بعد حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے لاہور میں کئی روز قیام فرمایا۔ انہی ایام میں ۵ر فروری ۱۸۹۲ء کو آپ نے بیعت کی۔ اور فرماتے کہ مجھے بیعت کے بعد ایسا محسوس ہوا جیسے نور اندر بھر جاتا ہے۔ آپ بیعت کے تقریباً ایک سال بعد ۱۸۹۲ء میں پہلی بار قادیان آئے۔

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ سے بے انتہا محبت تھی۔ اسی وجہ سے ہر مہینے جب بھی موقع ملتا قادیان چلے آتے۔ بارش، طوفان، آندھی، جھکڑ کبھی ان کی راہ میں حائل نہیں ہوئے۔

مارچ ۱۸۹۴ء میں چاند کو گرہن لگا۔ اسی رمضان میں سورج کو بھی گرہن لگا۔ جب سورج کو گرہن لگنے کے دن قریب آئے تو دونوں بھائیوں یعنی حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب اور حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب نے یہ ارادہ کیا کہ یہ نشان حضرت اقدس کے ساتھ ہی دیکھیں گے۔ اور نمازِ کسوف ادا کریں گے۔ قریباً رات گیارہ بجے بٹالہ پہنچے۔ اگلے دن گرہن لگنا تھا۔ آندھی چل رہی تھی، بادل گرجتے اور بجلی چمکتی تھی، ہوا مخالف تھی اور مٹی آنکھوں میں پڑتی تھی۔ آپ کے ساتھ مولوی عبدالعلی صاحب بھی تھے تینوں نے ارادہ کیا خواہ کچھ ہو راتوں رات قادیان پہنچنا ہے۔ چنانچہ تینوں نے راستے میں کھڑے ہوکر نہایت تضرع سے دعا کی کہ اے اللہ جو زمین و آسمان کا قادرِ مطلق خدا ہے، ہم بڑے عاجز بندے ہیں ..... تو ہی ہم پر رحم فرما۔ ابھی دعا کا آخری لفظ منہ میں ہی تھا کہ ہوا نے رخ بدل لیا اور وہ پشت کی طرف سے چلنے لگی اور اس طرح آپ نے یہ سفر نہایت آسانی سے طے کر لیا۔

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب کو اللہ تعالےٰ نے یہ فخر بھی بخشا کہ آپ حضرت بانیٔ سلسلہ کے ۳۱۳ اولین رفقاء میں سے تھے۔

حضرت اقدس کی خدمت و اطاعت بدل و جان کرتے تھے۔ بعض دفعہ آپ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو دباتے دباتے حضور کے پاس ہی سو جاتے۔ مجلس میں حضور کے قریب ہی بیٹھتے تھے۔ حضور کبھی تقویٰ و طہارت کے متعلق کچھ فرماتے تو آپ کا پیراہن آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔

مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۶ء میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے مجھے لاہور بھیجا گیا۔ ان دنوں مرزا صاحب کا کوئی رشتہ دار پولیس میں ملازم تھا جس کے پاس آپ رہتے تھے۔ مجھے اتفاق سے آپ مل گئے۔ رات میں آپ کا مہمان رہا اور یہ مہمان نوازی میں ساری عمر نہیں بھول سکتا۔

آپ کی شادی محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ بنت مرزا شمشیر بیگ صاحب سے ۱۸۹۳ء میں

ہوئی تھی ۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ آپ کو بیٹیوں کی طرح پیار کرتے تھے ۔ آپ ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئیں اور ۲۱ اپریل ۱۹۰۴ء کو ۲۸ سال کی عمر میں وفات پائی ۔ حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب نے نوجوانی کی عمر میں حضرت بانیٔ سلسلہ کی بیعت کی تھی ۔

یہ سعید نوجوان اپنے رُشد اور نیک بختی اور طہارت میں اس برگزیدہ سلسلہ میں ایک نمونہ تھے ۔ جو صبر اور استقلال آپ نے اپنی ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصہ کی بیماری میں دکھایا اُس کی اِس زمانہ میں بہت ہی کم نظیر ملتی ہے ۔ اخیر وقت تک اللہ تعالیٰ کی رضا پر شاکر تھے ۔ اپنی وفات سے قبل تمام ارکانِ ایمان و دین کا اپنی زبان سے اقرار کرنے کے بعد فرمایا کہ میرا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر بھی ایمان ہے ۔ بس یہی اُن کے آخری کلمات تھے ۔ اس کے بعد آپ نے اپنی جان مالکِ حقیقی کے سپرد کر دی ۔

آپ کی وفات سے پہلے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے آپ کے بارے میں کشف دیکھا کہ فرشتے ایک سڑک پر آپ کو لے جا رہے ہیں اور وہ سڑک آسمان کی طرف جاتی ہے ۔ اس سے مراد یہ تھی کہ انجام بخیر ہوگا ۔ اور جب آپ نے تعزیتی خط لکھنا شروع کیا تو اُس وقت یہ الہام ہوا "مبارک وہ آدمی جو اِس دروازہ کی راہ سے داخل ہوں۔"

...............

## حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اُن رفقاء میں سے تھے جنہیں حضور کی وفات کے بعد ایک لمبے عرصہ تک مختلف حیثیتوں سے جماعت کی خدمات بجا لانے کا موقع ملا ۔

حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب ۱۲ مارچ ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے ۔ آپ نے اپنے ابتدائی ایام سیالکوٹ میں گزارے ۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے قدیم رفقاء میں سے تھے ۔ جب آپ بڑے ہوئے تو ۱۹۰۲ء میں آپ کو تعلیم کے لیئے قادیان بھجوا دیا گیا ۔ جس کی وجہ سے آپ کو سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی زیارت کرنے اور حضور کی رفاقت سے فیضیاب ہونے کا موقع مل گیا ۱۹۰۸ء میں آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کیا ۔ اِس سال حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے وصال کے بعد آپ نے اپنی زندگی خدمتِ دین کے لیئے وقف کرنے کا عہد کیا ۔ پھر آپ گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہو گئے ۔ لیکن دو سال بعد حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب امام جماعت احمدیہ اوّل (اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں آپ پر ہوں) کے ارشاد پر آپ کالج کی تعلیم کو چھوڑ کر قادیان آ گئے اور حضرت امام جماعت احمد اوّل اور بعض دیگر بزرگانِ سلسلہ

کی شاگردی کا شرف پایا۔
۱۹۱۲ء میں حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب امام جماعت احمدیہ اوّل کی دعاؤں کے ساتھ عربی کی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیئے مصر تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد آپ بیروت چلے گئے۔ جہاں آپ کو نہایت قابل اساتذہ میسّر آئے۔ معمولی تعلیم کے بعد سات ماہ تک ایک ترکی رسالہ میں بھی آپ کو کام کرنے کا موقع ملا۔ اس کے بعد وہاں ایک کالج میں بطور پروفیسر متعیّن ہو گئے۔ حضرت سیّد ولی اللہ شاہ صاحب کے شاگردوں کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ محترم السید منیر الحصنی صاحب امیر جماعت احمدیہ دمشق بھی حضرت شاہ صاحب کے شاگردوں میں سے تھے۔
مئی ۱۹۱۹ء میں آپ وطن واپس تشریف لے آئے اور سیّدنا حضرت المصلح الموعود کی زیرِ ہدایت ۱۹۲۰ء میں آپ صدر انجمن احمدیہ کے ساتھ منسلک ہوکر خدماتِ سلسلہ بجا لانے لگے۔
اس کے بعد آخری بیماری تک آپ نے مسلسل سلسلہ عالیہ احمدیہ کی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ صدر انجمن احمدیہ میں ناظر اصلاح و ارشاد، ناظر تعلیم و تربیت، ناظر تجارت، ناظر تالیف و تصنیف، ناظر امور خارجہ اور ایڈیشنل ناظر اعلیٰ کے عہدوں پر فائز رہے۔ اور اسی طرح ایک لمبے عرصے تک حضرت المصلح الموعود (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کے ایک معتمد رفیقِ کار کی حیثیت سے مختلف محکموں میں آپ کو نہایت قابلِ قدر کام کرنے کی توفیق ملی ——
بے حد مصروفیت کے باوجود علمی میدان میں بھی آپ نے جماعت کی بہت سی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے چوبیس کے قریب کتب تصنیف فرمائیں۔ ۱۹۲۶ء میں صحیح بخاری کا ترجمہ اور شرح لکھنے کا کام آپ کے سپرد کیا گیا جسے آپ بڑے شوق اور محنت سے کرتے رہے۔ چنانچہ بخاری کے ترجمے اور شرح کے آٹھ جزو شائع ہوئے۔
حضرت المصلح الموعود کی زیرِ ہدایت آپ کو کشمیر کمیٹی میں بھی خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ تقسیمِ ملک کے وقت آپ کو قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد ابتدائی دور میں جبکہ بہت سی مشکلات درپیش تھیں ایک عرصہ تک آپ کو بطور امیر مقامی اور ناظر کام کرنے کا موقع ملا۔ یکم جون ۱۹۵۴ء کو آپ صدر انجمن احمدیہ سے ریٹائر ہوئے لیکن اس کے بعد پھر ناظر امور خارجہ مقرر کر دیئے گئے۔
غرض حضرت سیّد ولی اللہ شاہ صاحب نے خدمتِ دین کا جو عہد ۱۹۰۸ء میں باندھا تھا آخری وقت تک اُسے عمدگی سے نبھانے کی توفیق پائی۔
حضرت شاہ صاحب صاحبِ رؤیا و کشوف تھے۔ کئی مواقع پر رؤیا و کشوف کے ذریعے خدا نے آپ کی رہنمائی فرمائی۔
حضرت بانی سلسلہ کے یہ رفیق جنہوں نے

بچپن میں حضرت بانیٔ سلسلہ کی شفقت اور جوانی اور بڑھاپے میں حضرت مصلح موعود کی رفاقت پائی۔ ۱۵ر اور ۱۶ر مئی ۱۹۶۷ء کی درمیانی شب ۷۸ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

## حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دردؔ

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے فدائی حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دردؔ ۱۹ر جون ۱۸۹۴ء کو بمقام لدھیانہ پیدا ہوئے۔ آپ کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے رفیق ہونے کا شرف حاصل تھا آپ حضرت المصلح الموعود کے بچپن کے دوستوں میں سے تھے۔ آپ احمدیہ ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ کی خدمات بھی بجا لاتے رہے۔ اس زمانہ میں آپ کا نام رحیم بخش تھا۔ بعدازاں کسی موقع پر حضرت مصلح موعود نے آپ کا نام تبدیل کرکے "عبدالرحیم" رکھا۔ آپ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۴ء تک حضرت مصلح موعود کے پرائیویٹ سیکرٹری رہے۔ ۱۹۲۴ء میں ویمبلے کانفرنس میں شرکت کے لئے جب حضور لندن تشریف لے گئے تو حضور کے ہم سفر بارہ احباب میں آپ بھی شامل تھے بیت الفضل لندن کی تعمیر کے بعد مولوی عبدالرحیم صاحب دردؔ کو حضرت مصلح موعود نے لندن مشن کا انچارج مقرر فرمایا۔ آپ کے تقرر کے ساتھ ہی رسالہ ریویو آف ریلیجنز لندن سے شائع ہونے لگا۔

لندن سے ۱۹۲۸ء میں آپ واپس تشریف لائے اور صدر انجمن احمدیہ میں ناظر تعلیم و تربیت کے عہدہ پر کام کرتے رہے۔ ۲ر فروری ۱۹۳۳ء کو آپ دوبارہ لندن بھیجے گئے۔ قائدِ اعظم نے جب گول میز کانفرنس کے بعد ہندو لیڈروں کی روش سے بیزار ہوکر لندن میں ہی مستقل طور پر قیام کا فیصلہ کیا تو حضرت مصلح موعود نے دردؔ صاحب کو لکھا کہ اِن کو سمجھائیں کہ آپ کو بہت جلد ہندوستان پہنچ کر مسلمانانِ ہند کی سیاسی قیادت سنبھالنی چاہیئے۔ اِس اہم واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مولانا دردؔ صاحب فرماتے ہیں:۔

"یہ بھی حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ قائدِ اعظم نے انگلستان سے ہندوستان واپس آکر مسلمانوں کی سیاسی قیادت سنبھالی۔ اور اِس طرح بالآخر ۱۹۴۷ء میں پاکستان وجود میں آیا۔.... جب مَیں ۱۹۳۳ء میں امام بیت الفضل لندن کے طور پر انگلستان پہنچا تو اُس وقت قائدِ اعظم انگلستان میں ہی سکونت رکھتے تھے۔ وہاں مَیں نے اُن سے تفصیلی ملاقات کی اور اُنہیں ہندوستان واپس آکر سیاسی لحاظ سے مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کیا۔ مسٹر جناح سے میری یہ ملاقات تین چار گھنٹے تک جاری رہی۔ مَیں نے اُنہیں آمادہ کر لیا کہ اگر اس آڑے وقت میں جبکہ مسلمانوں کی راہنمائی کرنے والا

اَور کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے اُن کی پھنسی ہوئی کشتی کو پار لگانے کی کوشش نہ کی تو اِس قسم کی علیحدگی قوم کے ساتھ بے وفائی کے مترادف ہوگی۔ چنانچہ اِس تفصیلی گفتگو کے بعد آپ بیت الفضل لندن میں تشریف لائے اور وہاں باقاعدہ ایک تقریر کی جس میں ہندوستان کے مستقبل کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اِس کے بعد قائدِ اعظم انگلستان کو خیرباد کہہ کر ہندوستان واپس آئے۔ مسلم لیگ کو منظم کیا اور اِس طرح چند سال کی جدّو جہد کے بعد پاکستان وجود میں آیا"

لنڈن میں خدماتِ سلسلہ بجا لانے کے بعد حضرت مولانا دردؔ صاحب حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ کو چارج دے کر ۹ رنومبر ۱۹۳۸ء کو واپس قادیان پہنچ گئے۔

حضرت مولانا دردؔ صاحب کو اللہ تعالےٰ کے فضل سے اِس امر کا خاص ملکہ حاصل تھا کہ آپ اپنے نظریات کو بڑے بڑے لوگوں کے سامنے پیش کرکے انہیں اپنا ہمنوا بنا لیتے تھے۔ "آل انڈیا کشمیر کمیٹی" کے دَوران آپ نے حضرت مصلح موعود کی قیادت میں بحیثیت سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

۱۹۴۱ء سے لے کر ۱۹۴۳ء تک آپ نے دوبارہ حضرت مصلح موعود کے پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر کام کیا اور پھر بعدازاں وفات تک کسی نہ کسی نظارت کے انچارج رہے۔

۷ر دسمبر ۱۹۵۵ء کو ۶۲ سال کی عمر میں دفتر میں کام کرتے ہوئے دِل کا دَورہ ہوُا اور اُسی دن سوا دو بجے بعد دوپہر ربوہ میں وفات پائی۔ ۸ر دسمبر کو حضرت مصلح موعود نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے ؛

---

# اقوالِ زرّیں

۱۔ خامیوں کا احساس کامیابی کی کنجی ہے۔
۲۔ سب سے اچھا کام وہ ہے جو وقت پر کیا جائے۔
۳۔ آرزو نصف زندگی اور بےحسی نصف موت ہے۔
۴۔ خدا سے نزدیک تر وہ ہے جو خوش خُلق اور دوسروں کا بوجھ اُٹھانے والا ہو ؛

---

## بقیہ: "خدا دیکھ رہا ہے" از صٓ

تعمیر کروایا۔ یہ امیرانہ ٹھاٹھ دیکھ کر وہ لوگ جو انہیں مُنہ نہ لگاتے تھے اب دوستی کے ہاتھ بڑھانے لگے اور رشتہ کے پیغام آنے لگے۔ لیکن اُس نے ایک بوڑھے اور غریب کارکن کی بیٹی سے شادی کرلی۔ لیکن وہ اُس بزرگ کی نصیحت کبھی نہیں بھُولا کہ

"خدا دیکھ رہا ہے"



حضرت امام جماعتِ احمدیہ

جشنِ تشکّر کے موقعہ پر بیت الفضل لنڈن کی سجاوٹ



جلسہ سالانہ یو۔کے ۱۹۸۹ء کے موقعہ پر اُن ممالک کے
جھنڈے جہاں احمدیت پہنچی لمبے کوٹ میں ملبوس
مفتیٔ سلسلہ حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب مرحوم ہیں



# شمعِ احمدیت کے پروانے

(فہیم احمد خادم)

"یہ خون رائیگاں نہیں جائے گا، اس کا ایک ایک قطرہ چلّا چلّا کر خدا تعالیٰ کی مدد مانگے گا۔ اس کی رطوبت کھیتوں میں جذب ہو کر غلّہ پیدا کرے گی جو ایمان کی راہ میں گرم اور کھولتا ہوا خون پیدا کرے گا۔"
(حضرت المصلح الموعود)

پیارے بچو!

جب بھی دنیا میں اندھیرا چھا جاتا ہے اور ظلمت ہر سُو اپنے بال و پر پھیلا دیتی ہے تو خدا تعالیٰ دنیا کو آسمانی روشنی بخشنے کے لئے اپنے کسی برگزیدہ بندے کو بھیجتا ہے۔ تب وہ بندہ الٰہی حکم سے لوگوں کو خدا کی طرف بُلاتا ہے اور یوں تھوڑے عرصہ میں مختصر سی جماعت تیار ہو جاتی ہے اور خدا کے یہ نیک بندے لوگوں کو خدا کی طرف بُلانے کے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس مخالفین کو یہ دعوت الی اللہ ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ وہ ہر لحظہ ان کو ایذاء دینے پر تلے رہتے ہیں۔ ان کا غیظ و غضب جب انتہاء کو پہنچ جاتا ہے تو یہ لوگ اللہ والوں کے قتل کے درپئے ہو جا ہیں۔ تب دنیا ایک عجیب نظارہ دیکھ ہے۔ ایک طرف تو مخالفین' اللہ وال کو جان سے مار رہے ہوتے ہیں تو دو طرف عرش کا خدا ان "راہِ مولیٰ میں جان والوں" کو اپنی جنتوں کی نوید سُنا رہا ہے اور اُنہیں ابدی زندگی کی بشارتیں رہا ہوتا ہے۔

خدا کی راہ میں جان قربان کرنا بہ بڑی سعادت ہے۔ یہ وہ مقامِ عظیم ہے جو صرف "خدا کی راہ میں جان دینے" کو ہی نہیں ملتا بلکہ ہر اُس شخص کو ہے جس نے اپنا سب کچھ خدا کی راہ

قربان کر دیا ہو۔

پیارے بچو! آپ احمدیت کی عظیم الشان دولت سے مالا مال ہیں۔ آپ ان مجاہدوں اور ان سرفروشوں کو نہ بھولیں جنہوں نے اپنا خون بہاکر احمدیت کی کھیتی کی آبیاری کی اور اُسے شاداب رکھ کر ہم تک پہنچایا —— ان مجاہدین میں سے حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی زندگی ہی میں احمدیت کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ ہی وہ اوّلین وجود ہیں جنہوں نے احمدیت میں جان کی قربانی کا آغاز فرمایا۔ ان دونوں اوّلین بزرگوں کے حالات آپ کے لیئے ذیل میں پیش کیئے جاتے ہیں۔

## حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب

آپ دھوبیان ضلع پشاور کے رہنے والے تھے۔ آپ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کے خاص شاگرد تھے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے کہنے پر احمدیت کی تحقیق کے سلسلہ میں قادیان آکر حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا شرف پایا۔ دسمبر ۱۹۰۰ء میں جب آپ ایک بار پھر قادیان آئے تو آپ نے حضرت اقدس کی بیعت کر لی۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرف سے بھی حضور کی بیعت کی جب آپ کابل واپس گئے تو آپ کے قبولِ احمدیت کی خبر کابل کے امیر عبدالرحمٰن خان کو بھی پہنچ گئی۔ امیر نے آپ کو قید کر دینے کا حکم جاری کیا۔ قید کروانے کے بعد جو خبر اُسے ملی تھی اُس کی تصدیق ہو گئی۔ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ اپنے ایمان پر مضبوطی سے قائم رہے اور اس بات سے ذرا بھی نہ گھبرائے کہ آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ امیر عبدالرحمٰن کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تھا۔ اور بالآخر حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے گلے میں اِس زور سے کپڑا ڈالا گیا کہ آپ کا سانس بند ہو گیا اور آپ کی رُوح پرواز کر گئی۔

عزیز بچو! خدا تعالیٰ بڑا غیور ہے اس نے یہ ظلم پسند نہ کیا۔ امیر کابل امیر عبدالرحمٰن جو خدا کے غضب کو بھڑکانے کا موجب ہوا تھا اُس پر ۱۰ر ستمبر ۱۹۰۱ء کو فالج کا حملہ ہوا جس سے اُس کا دایاں پہلو بیکار ہو گیا۔ ہندوستان اور افغانستان کے حکیموں نے اس کے علاج کے لیئے انتہائی کوششیں کیں لیکن یہ کوششیں خدا کی طرف سے آنے والی پکڑ سے اُسے نجات نہ دلا سکیں اور وہ ایک ماہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد ۳ر اکتوبر ۱۹۰۱ء کو اِس دنیا سے چل بسا اور اس کی آناً فاناً موت ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے عبرت کا نشان بن گئی۔

... ... ... ... ...

## حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب

آپ ۱۸۴۰ء میں افغانستان کے صوبہ خوست کے گاؤں "سید گاہ" میں پیدا ہوئے۔ سید گاہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جو اس سادات خاندان کی رہائش گاہ ہونے کی وجہ سے 'سید گاہ' کہلاتا تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں ہی حاصل کی اور مزید تعلیم آپ نے بازید خیل ضلع پشاور اور چھچھ ضلع ہزارہ میں حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے گاؤں میں درس کا سلسلہ شروع کیا۔ امیر کابل عبدالرحمٰن خان بھی آپ کی علم دانی پر فخر کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ "کاش افغانستان میں آپ جیسے ایک دو عالم اور بھی ہوتے"۔ اور پھر آپ نے امیر کے کہنے پر کابل میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ کی اتنی عزت کی جاتی تھی کہ امیرِ کابل کے دربار میں دائیں طرف پہلی کرسی آپ ہی کی ہوتی تھی۔ اکثر و بیشتر امیر آپ سے مشورے بھی لیتا۔ افغانستان کی سرحدی حد بندی کے لئے جو کمیشن مقرر ہوا تھا اس پر بھی آپ بطور ممبر شریک ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ امیر عبدالرحمٰن کی موت کے بعد امیر حبیب اللہ خان کی دستار بندی کے لئے بھی آپ ہی کو بلایا گیا تھا۔

**احمدیت سے تعارف:-** ۱۸۹۴ء میں افغانستان کی سرحدی حد بندی کمیشن کے دوران آپ کی ملاقات سید چن بادشاہ صاحب سے ہوئی۔ ان کا تعلق پشاور سے تھا۔ دورانِ گفتگو آپ کو احمدیت کے بارہ میں معلوم ہوا۔ آپ نے بڑے شوق سے یہ باتیں سنیں اور حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی کوئی کتاب دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ سید چن بادشاہ صاحب نے آپ کو حضرت اقدس کی کتاب "آئینۂ کمالات" پڑھنے کے لیئے دی۔ کتاب پڑھتے ہی خدا تعالیٰ نے آپ کا سینہ کھول دیا اور آپ پر حقیقت واضح ہو گئی۔

حضرت سید عبداللطیف صاحب اس کے بعد وقتاً فوقتاً اپنے دو شاگردوں حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور حضرت مولوی عبدالجلیل صاحب کو قادیان بھیجا کرتے تھے تاکہ علم و معرفت میں مزید ترقی ہو۔ امیر حبیب اللہ خان نے جب حکومت سنبھالی تو آپ نے اُس سے سفرِ حج کی اجازت حاصل کی اور ۱۹۰۲ء میں حج کے ارادہ سے اپنے وطن سے روانہ ہوئے اور پہلے لاہور ہوتے ہوئے قادیان تشریف لائے۔ آپ کی ملاقات پہلے حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب کے ساتھ ہوئی پھر آپ نے ظہر کی نماز کے بعد حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ سے آپ نے جس عشق و محبت کا اظہار کیا اس کا ذکر خود حضرت اقدس نے اِن الفاظ میں فرمایا:-

"جب مجھ سے اُن کی ملاقات ہوئی تو قسم اُس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مَیں نے اُن کو اپنی پیروی اور دعویٰ کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لیئے ممکن نہیں۔ اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی مَیں نے ان کو اپنی محبّت سے بھرا ہوا پایا اور جیسا کہ اُن کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی اُن کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا۔"
(تذکرۃ الشہادتین ص۱۰)

کچھ عرصہ قادیان میں قیام کرنے کے بعد بغیر حج کیئے ہی آپ افغانستان واپس تشریف لے گئے۔ اپنے وطن جاکر آپ نے اپنے ماحول میں بعض سرکردہ لوگوں سے اس نعمت کا ذکر کیا جو آپ حاصل کر چکے تھے۔ امیر حبیب اللہ خان کو جب پتہ چلا تو وہ سخت برہم ہوا۔ آپ کو کابل بُلوایا گیا اور نظر بند کر دیا گیا۔ پھر آپ کو امیر کابل حبیب اللہ خان کے پاس لے جایا گیا۔ اس نے بار بار اصرار کیا کہ آپ احمدیت ترک کر دیں مگر آپ انکار کرتے رہے۔ اور یہی کہتے رہے کہ جس چیز کو مَیں نے حق اور سچ مانا ہے اُسے کیونکر جھٹلا سکتا ہوں۔ آپ سے علماء کا تحریری مباحثہ بھی ہوا مگر اُس کے کاغذات مخفی رکھے گئے۔ آپ چار مہینے تک قید میں رہے۔ قید کے دوران آپ کو ایک من ۲۴ سیر وزنی زنجیریں پہنائی گئیں، ہتھکڑی لگائی گئی اور پاؤں میں آٹھ سیر وزنی بیڑی بھی لگائی گئی۔ اِس عرصہ میں امیر کابل کی طرف سے توبہ کا اصرار مسلسل ہوتا رہا مگر آپ ہر قسم کی صعوبت برداشت کرتے ہوئے ایمان پر قائم رہے اور استقامت کے پہاڑ بنے رہے۔

آخر امیر نے آپ سے مایوس ہوکر آپ کے قتل کا فتویٰ حاصل کیا اور آپ کے گلے میں لٹکا دیا۔ اُس کے حکم سے آپ کی ناک میں چھید کرکے اس میں رسّی یا نکیل ڈالی گئی اور اس حالت میں آپ کو قتل کرنے کے لیئے ایک خاص مقام پر پہنچایا گیا۔ تمام شہر آپ کو دیکھنے کے لیئے جمع تھا۔ آپ کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا گیا۔ امیر نے اس وقت بھی آپ سے توبہ کرنے کو کہا مگر آپ نے انکار کر دیا۔ قاضی نے پہلا پتھر چلایا پھر آپ پر دوسرا پتھر امیر نے پھینکا۔ پھر کیا تھا ہزاروں پتھر آپ کے سر پر جمع ہو گئے اور آپ کا جسم پتھروں کے ایک بڑے ڈھیر کے نیچے دب گیا۔ یہ ظلم ۱۴ر جولائی ۱۹۰۳ء کو کیا گیا۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ آپ کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں:-

"اے عبداللطیف! تیرے پر

ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں اپنے صدق کا نمونہ دکھایا اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔"
(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۶، ۵۷)

اس واقعہ کے بعد رات ۹ بجے شدید طوفان اور خوفناک آندھی آئی جو اس ظالمانہ فعل پر آسمانی گواہی تھی اور یہ بات سامنے آتی تھی کہ شہزادہ صاحب پر یہ ظلم خدا کو پسند نہیں آیا۔ اس کی تقدیر نے پھر افغانستان کے ان فرمانرواؤں کے ساتھ بڑا عبرتناک سلوک کیا۔ ۲۰ر فروری ۱۹۱۹ء کو امیر حبیب اللہ خان کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ اسی طرح اس کے بھائی سردار نصراللہ خان کو اس کے بھتیجے امیر امان اللہ خان نے قید میں رکھ کر حبیب اللہ کے قتل کے جرم میں مروا دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کے اکلوتے فرزند سردار عزیز اللہ خان کو بھی ۱۹۲۰ء میں قتل کر دیا گیا اور اس شخص کی یوں نسل ختم ہو گئی۔ تمام لوگ جو سنگساری میں شامل تھے ہیضہ کی مار کے نتیجہ میں ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے جس میں فتویٰ دینے والے لوگ بھی شامل تھے۔ اور آخرکار ۱۹۲۹ء میں افغانستان میں ایسا انقلاب آیا کہ افغانستان کی حکومت کا تختہ ایک معمولی آدمی بچہ سقہ نے اُلٹ دیا۔ اور افغانستان کے حکمران امیر حبیب اللہ خان کے خاندان سے حکومت چھینی گئی اور اس خاندان کے آخری حکمران امیر امان اللہ خان کو اپنے ملک سے بھاگ کر اٹلی میں پناہ لینی پڑی۔

عزیز بچو! یہ وہ اوّلین مجاہدین تھے جنہوں نے اپنے خون سے احمدیت کی آبیاری کی۔ آپ کے بعد گزشتہ ایک صدی میں بیسیوں احمدیوں بچوں، مردوں اور عورتوں نے اپنی جان احمدیت پر قربان کر دی۔ احمدیت کی پہلی صدی میں فضل داد خان وہ پہلا بچہ تھا جس کو احمدیت کی بناء پر افغانستان ہی میں ۱۹۳۹ء میں قتل کیا گیا۔ اور دوسری صدی میں "نبیلہ" وہ پہلی بچی ہے جس نے چک سکندر میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے تاریخ میں ایک نئے روشن اور سنہری باب کا اضافہ کیا ہے۔

---

# انمول موتی

۱۔ بغیر کوشش کے کامیابی حاصل کرنا بالکل ایسا ہے جیسے بغیر پروں کے اُڑنے کی کوشش کی جائے۔

۲۔ دوستی کے رشتے کو زور سے مت توڑو۔ کیونکہ یہ جُڑ تو سکتا ہے لیکن اس کا جوڑ دکھائی دیگا۔

۳۔ سب سے بڑی دولت عقل ہے۔ سب سے بڑی مفلسی بے وقوفی ہے۔

(عابدہ رحمان۔ ربوہ)

# طفل کی آواز

(محترمہ شاکرہ صاحبہ)

میں اپنے پیاروں کا پیارا بنوں گا میں اوجِ سعادت کا تارا بنوں گا
بڑے نام والا بڑے کام والا میں دریا بنوں گا کنارا بنوں گا
کوئی ڈوبتا ہو اگر بے بسی سے تو میں ڈوبتے کا سہارا بنوں گا
رہوں گا میں تیار خدمت کو ہر دم کہ جو کام ہوگا تمہارا کروں گا
چلوں گا میں سیدھی ہی رہ پر ہمیشہ میں بگڑی بنا کر سنوارا کروں گا
کوئی گر جہالت سے گالی بھی دیگا تو اُس سے میں یکدم کنارا کروں گا
ہو غفلت کہ سُستی، حماقت جہالت نہ ہرگز میں اُن کو گوارا کروں گا
شغف مجھ کو ہر دم دعاؤں میں ہوگا میں دُنیا و عقبیٰ سنوارا کروں گا
کوئی بھی اگر پیش آئے گی مشکل تو اپنے خُدا کو پکارا کروں گا
صداقت، دیانت، شرافت، عبادت میں عمر اپنی اِن میں گزارا کروں گا
میں آقا کے احکام مانوں گا دل سے فلک پر سے تارے اُتارا کروں گا

سُنو اے بزرگو، سُنو نیک بندو!
میں اوجِ سعادت کا تارا بنوں گا

# احمدیت دنیا کے کناروں تک

عزیز بچو! احمدیت کا آغاز ایک صدی قبل قادیان کی چھوٹی سی بستی سے نہایت غریبانہ حالت میں ہوا تھا۔ پھر بڑھتے بڑھتے یہ آواز ساری دنیا میں سنی جانے لگی۔ احمدیت کے آغاز کے وقت سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے خدا سے خبر پاکر اپنے سلسلہ کی ترقی کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا تھا:-

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا۔"

"یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ تمام زمین پر محیط ہو جاوے گا۔"

حضرت اقدس کی یہ پیش خبریاں ہم اپنی آنکھوں پوری ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ آج احمدیت خدا کے فضل سے ۱۲۰ سے زائد ممالک میں پھل پھول رہی ہے۔ اس وقت تمام دنیا میں ممالک کی تعداد کم و بیش ۱۹۲ بیان کی جاتی ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ دنیا کے وہ کون سے ملک ہیں جہاں احمدیت کی پہلی صدی میں احمدیت کا پودا لگا۔

**براعظم ایشیا:-** ابوظہبی، اُردن، افغانستان، انڈونیشیا، امّ القوین، ایران، بحرین، بنگلہ دیش، برما، برونائی، بھارت، بھوٹان، پاکستان، پاپوا نیوگنی، ترکی، تھائی لینڈ، جاپان، جنوبی یمن، چین، دوبئی، روس، راس الخیمہ، سعودی عرب، سری لنکا، سنگاپور، شارجہ، شام، شمالی یمن، عراق، عُمان، فلپائن، فلسطین، قطر، کوریا، کویت، لبنان، مالدیپ، ملائیشیا، نیپال، ہانگ کانگ۔ ۴۰

**براعظم افریقہ:-** الجیریا، انگولا، آئیوری کوسٹ، ایتھوپیا، برکینا فاسو، برونڈی، بینن، تنزانیہ، تیونس، ٹوگو، جنوبی افریقہ، ڈومینیکن ریپبلک، روانڈا، زائیر، زمبابوے، زیمبیا، سوڈان، سیرالیون، سینیگال، صومالیہ، غانا، قمورز، کانگو، کیمرون، کینیا، گنی، گنی بساؤ، گیبون، گیمبیا، لائیبیریا، لیبیا، ماریشس، ماریطانیہ، مالاگاسی، ملاوی، مالی، مصر، مراکش، موزمبیق، نائیجیریا، نیجر، یوگنڈا۔ (۴۲)

**براعظم یورپ:-** اسپین، اٹلی، آسٹریا، آئیس لینڈ، آئرلینڈ، البانیہ، برطانیہ، بلجیئم، پرتگال، پولینڈ، ڈنمارک، سوئٹزرلینڈ، سوڈان فرانس، فن لینڈ، لکسمبرگ، مغربی جرمنی، ناروے ہالینڈ، یوگوسلاویہ، یونان - (۲۰)

**براعظم شمالی وجنوبی امریکہ:-** ارجنٹائن، برازیل، ٹرینیڈاڈ، ریاستہائے متحدہ امریکہ، سورینام، کینیڈا، گوئٹے مالا، گیانا - (۸)

**براعظم آسٹریلیا:-** آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، (۲)

**جزائر بحرالکاہل:-** فیجی، کری بتی، نورو، سولومن آئی لینڈ، ٹونگا، طوالو، ونواتلی، مغربی سمو آ (۸)

اس کے علاوہ

★ دنیا میں اس وقت جماعت احمدیہ کے ۱۴۳۰ بیوت الذکر قائم ہو چکی ہیں۔

★ پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش کے علاوہ دنیا میں کل ۱۸۶۴ مقامات پر احمدیہ جماعتیں قائم ہو چکی ہیں اور ۳۰۱ مشن ہاؤسز بن چکے ہیں۔

★ دنیا کے ۵۴ ممالک میں جماعت کے مرکزی واقفین مربیان خدمات بجا لا رہے ہیں۔

★ دنیا کے مختلف ممالک میں ۲۰۵ پرائمری اور ۴۰ سیکنڈری اسکولز کام کر رہے ہیں۔

★ افریقہ کے ۸ ممالک غانا، نائیجیریا، سیرالیون گیمبیا، آئیوری کوسٹ، لائبیریا، تنزانیہ اور زائر میں ۲۸ میڈیکل سنٹرز کام کر رہے ہیں۔

★ اس وقت تک ۵۰ زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔

★ ایک سو سے زائد زبانوں میں قرآن کریم کی منتخب آیات، منتخب احادیث اور حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تحریرات کے منتخب اقتباسات کے تراجم ہو چکے ہیں۔

---

# کام کی باتیں

- جو شخص انتقام کے طریقوں پر غور کرتا ہے اس کے زخم ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔
- اچھے اور باوفا دوست کی پہچان مصیبت کے وقت ہوتی ہے۔ آرام کے وقت تو سبھی دوست بن جاتے ہیں۔
- چمکتے ہوئے ستارے آسمان کی زینت ہیں اور تعلیم یافتہ انسان زمین کا زیور ہے۔
- خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش کرو۔

(عابدہ رحمان - ربوہ)

# حضرت مولانا محمد حسین صاحب

## رفیق حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

سے

# ایک ملاقات

ملاقات : فخر الحق شمس ــــ انتصار احمد نذر

عزیز نونہالو! جماعت احمدیہ کی سو سالہ تاریخ میں کئی ایسی نامور شخصیات گزری ہیں جن کا ذکر تاریخ کے اوراق نے آنے والی نسل کے لئے محفوظ کیا ہے تاکہ اُن کے کارہائے نمایاں کو یاد رکھتے ہوئے آئندہ نسل اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اُن کے کارناموں کو جاری وساری رکھ سکے۔ جماعت احمدیہ کی بنیاد مضبوط کرنے میں ان عظیم ہستیوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ جنہوں نے حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مبارک صحبت میں دن گزارے تھے اور آپ سے فیض پاکر احمدیت جیسی عظیم دولت کو ہم تک پہنچایا اور ہمیں اس سے فیضیاب کیا۔ انہی شخصیات نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بارے میں آنکھوں دیکھے قابلِ تقلید واقعات بھی ہم تک پہنچائے۔ اُن شخصیات میں سے آج ہم میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب بحیات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ حضرت مولانا صاحب کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے حضرت اقدس بانی سلسلہ کا مبارک زمانہ دیکھا اور حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مبارک صحبت سے فیض پاتے رہے۔

عزیز بچو! حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اس رفیق سے ہم نے انٹرویو لینے کی درخواست کی جو آپ نے کمال شفقت سے منظور فرمالی۔ اور ہمیں دوسرے دن کا وقت دیا۔ ہم دوسرے روز صبح دس بجے آپ کے گھر پہنچے۔ آپ ایک بڑے کمرہ میں اپنی چارپائی پر آرام فرما رہے

تھے۔ ہمارے پہنچتے ہی آپ چارپائی پر بیٹھ گئے سلام و دعا کے بعد ہم نے سوالات لکھ کر آپ کے سامنے رکھ دیئے۔ آپ اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں اُن سوالوں کی روشنی میں کم و بیش ایک گھنٹہ تک ہم سے گفتگو فرماتے رہے۔ اِس دَوران آپ نے احمدیت کی پہلی صدی کے ابتدائی سالوں کے بعض تاریخی واقعات بھی بتائے اور اپنے حالیہ دَورۂ انگلستان کا تذکرہ بھی مختصر طور پر کیا۔

(حضرت مولوی صاحب نے گفتگو کا آغاز اپنے ابتدائی حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا)

آپ ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۸۹۲ء کو بٹالہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے بزرگوں کا کاروبار ٹھیکیداری تھا۔ آپ کے والد صاحب ۱۸۹۷ء میں سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بیعت کرکے احمدیت میں داخل ہوئے تھے۔ حضرت مولوی محمد حسین صاحب نے حضرت بانیٔ سلسلہ کو سب سے پہلے ۱۹۰۰ء میں دیکھا تھا۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ کا خاندان ۱۹۰۲ء میں مستقل قادیان آ گیا اور آپ بھی بیعت کرکے سلسلہ میں داخل ہوگئے۔ قادیان آنے کے بعد آپ کی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ سے روزانہ ملاقات ہوتی۔ اور آپ کے ارشادات سے فیض یاب ہوتے رہتے۔ اِس وقت ہجری سن کے اعتبار سے آپ اپنی عمر کے سَو سال گزار چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں مزید برکت ڈالے۔ آمین

اپنے والد صاحب کی بیعت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا :۔

"بٹالے میں والد صاحب کا تعلق مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کے ساتھ تھا (محمد حسین بٹالوی صاحب حضرت اقدس کے شدید مخالف تھے) جب حضرت بانیٔ سلسلہ پر اقدامِ قتل کا جھوٹا مقدمہ بنایا گیا تو اِس دَوران والد صاحب نے آپ کو دیکھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے والد صاحب کو تاکید کی کہ وہ ضرور عدالت میں آئیں اور کہا کہ دیکھو آج شبّر کے مُنہ میں بکرا آئے گا۔ اگر وہ کسی طرح جان سے بچ گیا تو زخمی ہونے سے نہیں بچے گا یعنی جیل میں، پھانسی نہ ملی تو قید ضرور ہوگی۔ آپ نے وعدہ کیا کہ چلیں گے۔ جب عدالت میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو صاحب نے کرسی پر بٹھایا ہوُا ہے اور مولوی صاحب کرسی کا مطالبہ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ملزم کو کرسی ملی ہے تو ہم تو گواہ ہیں ہمیں کرسی کیوں نہیں مل سکتی۔ صاحب نے کہا کہ میرے خیال میں آپ کا کرسی نشینوں میں نام نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے کرسی کے لئے اصرار کیا۔ اِس پر صاحب نے اُن کو جواب دیا کہ ملزم ہونا کوئی جُرم نہیں، جس پر کوئی الزام لگا دے وہی ملزم لکھا جاتا ہے، جب تک الزام ثابت کرکے اس کو مجرم نہ ثابت کیا جائے اُس وقت تک وہ ہمارے ہاں مجرم نہیں سمجھا جاتا۔ اس لیئے ان کو کرسی مل سکتی

ہے تم کو نہیں۔ یہ حالات دیکھ کر میرے والد صاحب کا نظریہ بدل گیا۔ مولوی صاحب کے ساتھ نفرت پیدا ہو گئی اور وہ تمام محبت جو پہلے اُن سے ہوتی تھی وہ ساری حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے ہو گئی۔ والد صاحب نے جو چادر مولوی صاحب کو دی ہوئی تھی اُسے کھینچ کر اپنے کندھوں پر رکھ لیا۔[۵] حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اس چادر کا ذکر بھی اپنی کتاب کتاب البریہ صفحہ ۱۴-۱۵ میں کیا ہے۔ اس کے بعد دو تین تاریخیں گورداسپور میں بھی ہوئیں وہاں بھی والد صاحب جاتے رہے۔ پھر تو ان کے اندر عشق کی لو جل اُٹھی۔ ابھی تک آپ نے بیعت نہیں کی تھی۔ جس دن عدالت سے مقدمہ خارج ہوا تو صاحب نے حضرت اقدس سے کہا کہ سب جھوٹے گواہان کی رپورٹ کر دیں تو حضور نے فرمایا میرا مقدمہ خدا کے ہاتھ میں ہے میں دُنیا کی عدالت میں کسی پر مقدمہ نہیں کرنا چاہتا۔ خدا تعالیٰ جانے اور یہ لوگ جانیں۔ اس جواب پر صاحب نے بہت اثر لیا اور آپ کو دروازے تک چھوڑنے آیا۔

جب آپ عدالت سے باہر تشریف لائے تو بہت سے لوگوں نے آپ کو گھیر لیا۔ اُن میں سے کچھ تو وہ لوگ اکٹھے ہوئے تھے جو یہ چاہتے تھے کہ آج مرزا صاحب کو ہتھکڑی لگے گی اور ہم پیچھے جلوس نکالیں گے۔ اور کچھ لوگ وہ تھے جن کا یہ خیال تھا کہ جس نے اتنا بڑا دعویٰ کیا ہے دیکھو تو سہی وہ ہے کیسا۔ ان کے علاوہ احمدی احباب بھی تھے۔ حضور کے باہر تشریف لانے پر بہت سے آدمیوں نے بیعت کی۔ وہیں میرے والد صاحب نے بیعت کر لی۔

سوال :۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صحبت میں آپ کے دن گزرے، اُس دَور کا کوئی واقعہ بیان فرمائیں؟

آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ "ہم اپنے آپ کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا رفیق نہیں سمجھتے تھے بلکہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اور حضرت سید عبدالستار شاہ صاحب جیسے بزرگوں کو ہی رفیق سمجھتے تھے۔ لیکن جب خدام الاحمدیہ کے جلسہ میں حضرت مصلح موعود نے تقریر کی کہ کم از کم جس نے بارہ سال کی عمر میں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو دیکھا ہو، اُن کی کوئی بات یاد ہو اور اُس نے بیعت کی ہو وہ آپ کا رفیق ہے۔ ہمیں بڑی خوشی ہوئی کہ ہم نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو سولہ سال کی عمر میں دیکھا ہے۔ اُس وقت علم ہوا کہ ہمارا بھی کچھ حصہ ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے واقعات تو بہت سے ہیں اور اُن میں سے بڑے چھوٹے

---

۵ یہ واقعہ تاریخ احمدیت جلد ۲ صفحہ ۶۷۴ پر درج ہے۔

کا امتیاز کرنا بڑا مشکل ہے۔ ایک واقعہ بتاتا ہوں۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کا مولوی کرم دین جہلمی سے مقدمہ چل رہا تھا۔ یہ دو سال سے بھی زیادہ عرصے تک رہا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ کو اُس وقت کے آریہ مجسٹریٹ نے جرمانہ کر دیا اور آپ کے دو ساتھیوں پر بھی کہ انہوں نے مولوی صاحب کی عزّت کی ہتک کی ہے۔ جرمانہ کا فیصلہ ایسے وقت میں سُنایا جب کچہری کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ احمدی احباب روپیہ ساتھ لے کر آئے ہوئے تھے انہوں نے جُرمانہ کی رقم میز پر رکھ دی۔ مجسٹریٹ کا خیال تھا کہ اچانک جرمانہ کیا گیا ہے ان کے پاس نہیں ہوگا۔ آج اور کل سارا دن یہ جیل میں رہیں گے اور اگلی رات بھی رہیں گے۔ سوموار کے دن ضمانت پر باہر نکل سکتے ہیں۔ اس طرح ہماری بہت شہرت ہوگی۔ خیر مجسٹریٹ کو جرمانہ لینا پڑا۔

حضرت بانیٔ سلسلہ نے تیسرے دن بنچ میں اپیل کر دی کہ یہ جرمانہ جائز نہیں۔ جب آپ کی طرف سے اپیل کی گئی تو مجسٹریٹ نے مسل منگوا کر پڑھی اور کئی دنوں بعد مجسٹریٹ نے حضرت صاحب کو جرمانہ واپس کرنے کا حکم دیا۔ ہمیں معلوم ہو گیا کہ آج حضرت صاحب نے جانا ہے اور کل جُرمانہ لے کر واپس آنا ہے ہم تین چار لڑکوں نے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت صاحب کو سب سے پہلے ملنا ہے ہم چار میل تک قادیان سے باہر آ گئے۔ حضرت صاحب بگھی میں سوار آتے نظر آئے۔ آپ نے کوچوان سے پوچھا یہ کون لڑکے ہیں جو بھاگے آ رہے ہیں؟ کوچوان ہمیں جانتا تھا اُس نے کہا حضرت جی! (اُس وقت آپ کو حضرت جی ہی کہا کرتے تھے) یہ اپنے مدرسہ کے لڑکے ہیں اور قادیان سے بھاگے آ رہے ہیں۔ آپ نیچے اُتر آئے اور جیب سے ریوڑیاں اور چنے مُٹھی بھر بھر کر ہمیں دیئے۔ ہمارے سروں پر ہاتھ پھیرا اور ہمارے ساتھ پیدل چلنے لگے۔ دوبارہ سوار نہ ہوئے اور ساتھیوں کو اُترنے نہیں دیا۔ ہم آپ کے ساتھ قادیان تک پیدل چلتے آئے۔ قادیان کے پاس بہت سے احباب نے آپ کا استقبال کیا۔ بٹراں (گاؤں) کے پاس آپ کو گنے کا رس پیش کیا گیا تھا آپ نے کچھ پیا اور باقی ساتھیوں میں تقسیم فرما دیا۔ راستے میں جس کا گھر آتا وہ حضور کو دعوت دیتا۔ آخر تک ہم آپ کو چھوڑ کر آئے۔ چلنے سے پہلے ہمیں پیار دیا اور ہمارے سروں پر ہاتھ پھیرا اور جزاك الله کہہ کر اندر چلے گئے۔"

اپنے ابتدائی حالات بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا صاحب نے فرمایا:۔

"جب ہم مستقل قادیان آ گئے تو یہاں والد صاحب کا کاروبار ٹھیک طرح نہ چل سکا۔ ان دنوں ہم کرائے کے بہت سے مکان تبدیل کر چکے تھے۔ ۱۹۱۶ء کی بات ہے کہ مَیں نے تہیہ کر لیا کہ باہر جا کر کماؤں گا اور جب تک

اپنا مکان نہ بنا لیا قادیان نہیں آؤں گا۔ اس وقت میری شادی ہو چکی تھی اور ایک بیٹا بھی تھا۔ چنانچہ مَیں تین سال کے لیئے قادیان سے چلا گیا۔ اس دوران پیسے بھیجتا رہا۔ الحمدللہ کہ اس دوران ہم اپنا مکان بنانے میں کامیاب ہو گئے اور جو تہیہ کیا تھا وہ پورا ہوا۔ انہی دنوں شدھی کا جھگڑا شروع ہوا۔ ۱۹۲۳ء میں آریوں کے لیڈر نے یو پی میں اعلان کیا کہ اگر چار لاکھ روپے آریہ سماج اُسے اکٹھا کر کے دے دے تو وہ ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کو بمعہ بچوں اور بیویوں کے ہندو بنا سکتا ہے۔

جب حضرت مصلح موعود نے مارچ کے مہینے میں یہ اعلان فرمایا کہ اپنی زندگی کے تین تین مہینے وقف کرو اور خدا کو دو اور اپنے روپے پر یو پی میں جاکر آریوں کا مقابلہ کرو۔

تو مجھے دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا اس لیئے مَیں نے بھی اپنا نام لکھوایا اور ۱۴ر اپریل ۱۹۲۳ء کو تیسرے وفد میں میرا نام بھی آ گیا۔ چنانچہ ہمیں یو پی بھیج دیا گیا۔ وہاں مَیں نے تین ماہ کام کیا اور لوگوں کی خدمت کی۔ سکول قائم کیئے، بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کا انتظام کیا، آریوں سے بحث و مباحثہ ہوا انہوں نے کانوں کو ہاتھ لگایا کہ پھر یہاں نہیں آئیں گے۔ چنانچہ پھر وہ نہیں آئے۔ وہاں میرے تین ماہ پورے ہو گئے تھے کہ آگرہ سے چٹھی آئی کہ آپ کا وفد واپس جا رہا ہے۔ یہ سُن کر مقامی لوگوں کو بہت رنج ہوا۔ سادہ لوح انسان تھے غمگین ہو گئے۔ جب مَیں روانہ ہونے لگا تو ایک میل باہر تک مجھے چھوڑنے آئے۔ جب وہ مجھے چھوڑنے کے لیئے آ رہے تھے تو راستے میں چٹھی رساں ملا۔ اُس نے کہا مولوی صاحب! یہ چٹھی آپ کے لیئے ہے۔ جب مَیں نے کھول کر دیکھی تو حضرت مصلح موعود کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ تا اطلاع ثانی آپ وہیں رہیں۔ جب اس بات کا مقامی لوگوں کو علم ہوا تو بہت خوش ہوئے کہ مزید تعلیم و تربیت کا موقع ملا۔ پھر مَیں وہاں چھ سال تک رہا۔

جب ہم نے پوچھا کہ اطفال الاحمدیہ کے ابتدائی دَور کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا :۔

"جہاں تک اطفال الاحمدیہ کے ابتدائی دَور کا سوال ہے تو عرض ہے کہ مَیں ۱۴ر اپریل ۱۹۲۳ء سے دینِ حق کی تعلیم پھیلا رہا ہوں۔ اس سلسلے میں مَیں زیادہ تر مرکز سے باہر ہی رہا ہوں۔ ۶ سال تک یو پی میں رہا، تین سال تک بصرے میں رہا اور ۱۴ سال کشمیر میں رہا اس لیئے اطفال الاحمدیہ کے ابتدائی دَور پر خاص تبصرہ نہیں کر سکتا۔

**سوال** :۔ پچھلے دنوں آپ لنڈن ۱۹۸۹ء کے تاریخی جلسہ سالانہ میں شرکت کے لیئے تشریف لے گئے۔ جلسہ پر جانے کا پروگرام کیسے بنا؟

**جواب** :۔ "مَیں نے دل میں تہیہ کیا تھا کہ

۱۹۸۹ء کے جلسہ سالانہ میں ضرور جاؤنگا جب تمام کاغذات اور انتظامات مکمل ہوگئے تو یکدم میری طبیعت خراب ہوگئی۔ مَیں نے جلسہ پر جانے کا ارادہ بدل دیا۔ تین دن بعد ناظر صاحب اصلاح و ارشاد مقامی مکرم عزیزم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب تشریف لائے اور کہنے لگے کہ حضرت صاحب کی طرف سے فون موصول ہوُا ہے کہ مولوی صاحب کو جلسہ پر بھجیں، اب آپ بتائیں آپ کی کیا مرضی ہے مَیں نے کہا میری مرضی ختم، حضور کا فون آیا ہے، اگر جہاز میں بھی مرجاؤں گا تو کوئی فکر نہیں، حضور کا حکم خالی نہ جائے۔"

**سوال:۔** کچھ لنڈن کے حالات بتائیے؟

**جواب:۔** "شام کے وقت ہم لنڈن پہنچے تھے اس دن حضرت صاحب کو نہ مل سکے۔ ہم نے سوچا صبح کو تیار ہوکر ملیں گے، اگلے دن جب ملنے کے لیئے گئے تو حضرت صاحب ایک کافی لمبے کمرہ میں تشریف فرما تھے۔ جب مَیں دروازے سے اندر داخل ہوُا تو دو آدمیوں نے مجھے دائیں بائیں سے سہارا دیا ہوُا تھا۔ حضور کو جب معلوم ہوُا کہ مَیں آگیا ہوں تو آپ اُٹھ کر میرے پاس تشریف لائے اور بغلگیر ہوگئے۔ حضور نے فرمایا "الحمد للہ آپ آگئے ہیں"۔ پھر خود بازو سے پکڑ کر کرسی پر بٹھایا۔ پھر وہاں کے انچارج کو بلا کر کہا کہ دیکھو مولوی صاحب کو بالکل کوئی تکلیف نہ ہو اور دو آدمیوں کی اِن کے ساتھ ڈیوٹی لگادو، ایک مولوی صاحب کو دباتا رہے اور دوسرا جس چیز کی ضرورت ہو مہیّا کرکے دے۔"

**سوال:۔** وہاں آپ کی کیا مصروفیات رہیں؟

ہمارے اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا:۔

"حضور نے جلسہ سالانہ کے موقع پر میرا بہت اچھے انداز سے تعارف کرایا۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد ۱۴۰۰۰ آدمیوں نے مجھ سے ملاقات کی۔ دو آدمیوں نے میرا بازو پکڑا ہوُا تھا، احباب آتے اور مصافحہ کرتے جاتے۔ اس کے بعد مستورات کی طرف سے بھی اطلاع آئی کہ ہماری طرف بھی مولوی صاحب تشریف لائیں۔ چنانچہ وہاں بھی گیا۔ دوسرے دن جلسہ میں میری مختصر تقریر رکھی گئی۔"

**سوال:۔** اس کے علاوہ بھی آپ نے وہاں تقریریں کیں؟

آپ نے جواب دیا کہ:۔

"مختلف جماعتوں نے کہا تھا کہ ہمارے پاس مولوی صاحب کو بھجیں۔ پھر مجھے دس

جماعتوں میں جانا پڑا اور کُل سولہ تقاریر ہوئیں"

"جب مَیں واپس آنے لگا تو حضور کے پاس ملاقات کی غرض سے گیا۔ مجھے دیکھ کر آپ مسکرائے اور فرمایا کہ آپ کا دَورہ بہت کامیاب رہا ہے کئی جماعتوں نے مجھے چٹھیاں لکھی ہیں اور کہا ہے کہ ان کو جانے نہ دو"

حضرت مولوی صاحب نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

"ادھر کی جماعتیں بہت مخلص ہیں بہت شریف اور تعلیم یافتہ لوگ ہیں"

آپ نے جلسہ سالانہ ۱۹۸۹ء لنڈن کے بارے میں تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"وہاں خدا تعالیٰ کا بہت فضل ہے اور وہاں کا ماحول دیکھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صداقت سامنے آتی ہے کہ کس طرح گاؤں کے کچے مکانوں میں بیٹھ کر یہ دعویٰ کرنا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ مَیں سفید پرندے پکڑ رہا ہوں اور بالکل یہ آج ہم وہاں پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ جلسہ گاہ کا ایسا خوبصورت منظر تھا کہ دیکھتے ہی ایمان تازہ ہوتا تھا، یہ جماعت احمدیہ کی دوسری صدی کی بہت زبردست ابتداء ہے۔ اتنی زبردست مخالفت میں یہ ۱۲۱ ممالک میں پھیل چکی ہے اور دن بدن بڑھ رہی ہے پچھلے سال لنڈن کے جلسہ میں ۶۰۰۰ آدمی تھے اس دفعہ خدا کے فضل سے حاضری ۱۴۰۰۰ تک پہنچ گئی تھی۔

آخر پر آپ نے پیغام دیتے ہوئے فرمایا:۔

"بچے بذاتِ خود کچھ نہیں سمجھ سکتے ان کو ان کے والدین نے بتانا ہے کہ احمدیت کیا ہے اور اُن کی تربیت کرنی ہے۔ جو بچوں پر نگران اور عہدیدار مقرر ہوتے ہیں یہ اُن کا فرض ہے کہ وہ اُن کا خیال رکھیں اور بچوں کو محبت و پیار سے سمجھائیں۔ بچوں کو کچھ کہنے کی بجائے پہلے ان کے والدین کو سمجھانا چاہیئے تاکہ وہ بچوں کی صحیح رنگ میں تعلیم و تربیت کر سکیں"

وقت کافی ہو چکا تھا ہم نے حضرت مولوی صاحب سے اجازت طلب کی اور سلام دعا کے بعد واپس آگئے۔

عزیز بچو! آخر پر ہم آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ اِس وقت حضرت مولوی محمد حسین صاحب کے علاوہ دو اَور رفقاء حضرت اقدس بھی ہیں۔ ایک حضرت شیخ مسعود الرحمٰن صاحب ہیں۔ آپ اس وقت نازنگ منڈی ضلع شیخوپورہ میں مقیم ہیں اور دوسرے حضرت میاں جان محمد صاحب ہیں جو محمود آباد ضلع تھرپارکر میں رہائش رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اِن مبارک ہستیوں کی زندگیوں میں غیر معمولی برکت ڈالے اور انہیں صحت و عافیت سے رکھے۔ آمین ؛

# "زندگی"

(مکرمہ سیّدہ منیرہ ظہور صاحبہ)

مُسکرا، کہ مُسکرانا زندگی ہے!
ہنس کے جاں پر کھیل جانا زندگی ہے

ہاں کبھی بھُولے نہیں عہدِ وفا
کر کے وعدے کو نبھانا زندگی ہے

پھُول بن کر صحنِ گلشن میں رہو
مختصر سا یہ زمانہ زندگی ہے

اپنا تَن مَن، دھن لُٹا کر بھی سُنو!
آبروئے حق بچانا زندگی ہے

روشنی بن کر بڑھو تم ہر طرف
جاہلیّت کا نشانہ زندگی ہے

تھک کے رہ میں بیٹھ جانا موت ہے
ہاں قدم آگے بڑھانا زندگی ہے

جیت لینا دِل کو حُسنِ خُلق سے
غیر کو اپنا بنانا زندگی ہے

احمدیّت کا عَلَم اُونچا رہے
پیارے بچّو! یہ ترانہ زندگی ہے

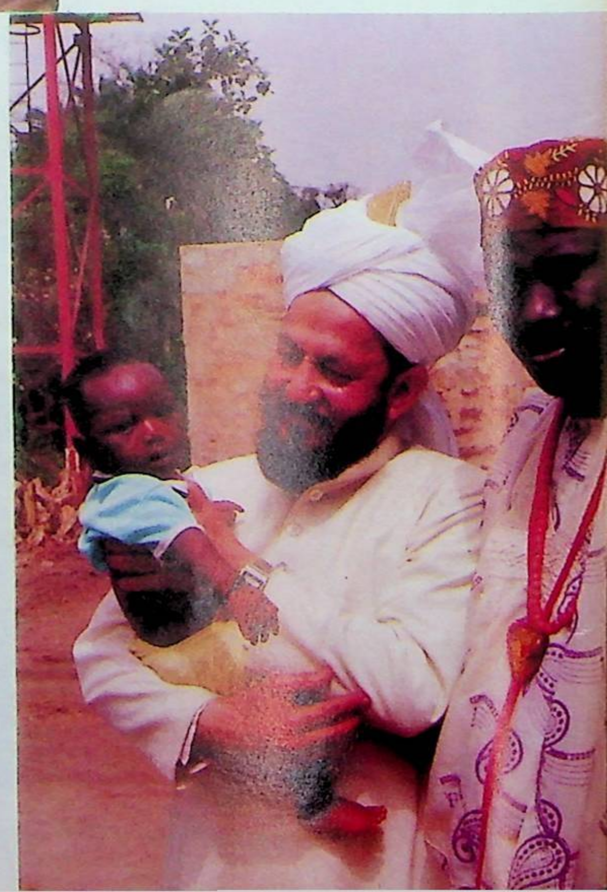
سہہ کے دُکھ آرام دینا ہے ثواب
دوسروں کے کام آنا زندگی ہے

خونِ دل سے نفرتوں کی رات میں
پیار کی شمعیں جلانا زندگی ہے

ہے تلاشِ حق منیرہ آگہی
زندگی کا راز پانا زندگی ہے



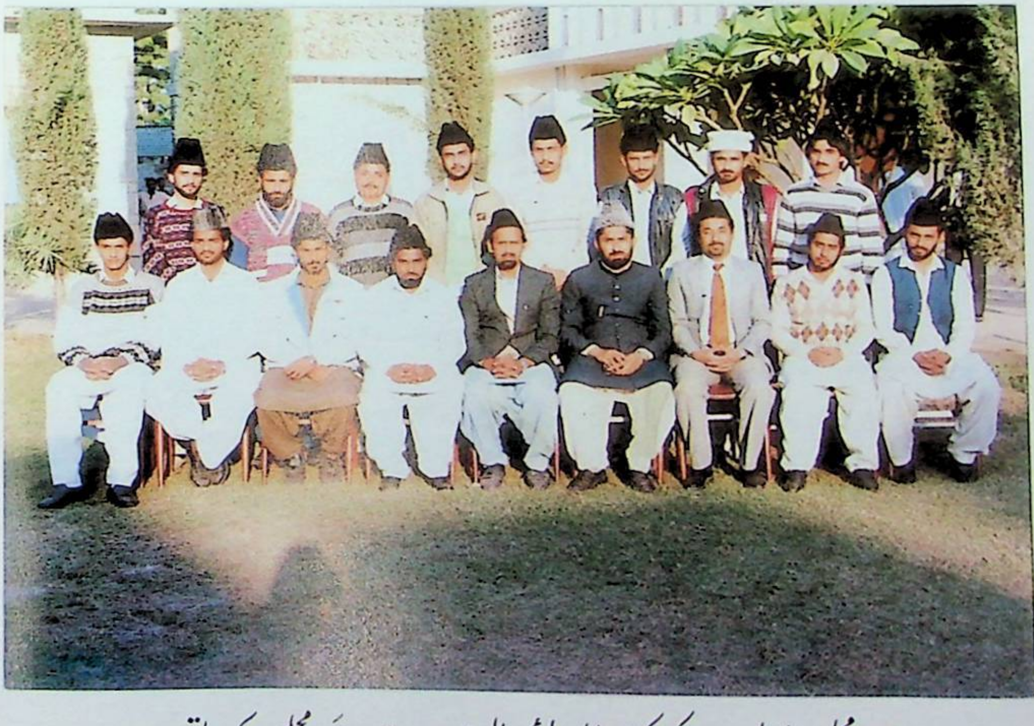
گھانا (مغربی افریقہ) کا ایک بچّہ اپنے آقا کے حضور



آفون (نائیجیریا) کے روایتی بادشاہ اپنے بیٹے کے ہمراہ حضورِ انور کے



حضورِ انور کے ساتھ اطفال کھڑے ہیں



مجلسِ اطفال الاحمدیہ کی مرکزی عاملہ برائے سال ۸۹-۱۹۸۸ء صدریہ مجلس کے ساتھ

# احمدی بچوں کا مثالی کردار

(مکرم عبدالسمیع خان صاحب)

پیارے بچو! حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا ایک بہت بڑا نشان اور معجزہ جماعت احمدیہ ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کے جانشینوں سے تربیت پاکر اس جماعت نے گزشتہ سو سال میں جس اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کیا ہے وہ بہت عظیم الشان اور حیرت انگیز ہے اور اس کا ایک بہت ایمان افروز پہلو یہ ہے کہ ان بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار کا مظاہرہ صرف بڑوں نے نہیں کیا بچوں نے بھی دکھایا ہے۔ اور اخلاص اور قربانی اور عزم و ہمت کے ایسے ایسے نظارے پیش کیئے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اس مضمون میں مثال کے طور پر محض گنتی کے چند واقعات پیش کیئے جا رہے ہیں۔

## اللہ پر ایمان

مذہب کی بنیاد اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے۔ اور یہی روحانیت کا سب سے بڑا پھل ہے کہ انسان کو خدا کے ہونے پر یقین ہو جائے اور وہ اس سے تعلق قائم کرلے۔

احمدیت نے بچوں میں اُس خدا کے وجود کی تلاش اور اس سے تعلق قائم کرنے کا جذبہ پیدا کیا ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب مصلح موعود اپنے بچپن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"جب مَیں گیارہ سال کا ہوا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مَیں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں۔ اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے۔ مَیں دیر تک رات کے وقت اِس مسئلہ پر سوچتا رہا۔ آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے یہ فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لیۓ کیسی خوشی کی گھڑی تھی۔ جس طرح ایک بچے کو اس کی ماں مل جائے تو اُسے خوشی ہوتی ہے، اسی طرح مجھے خوشی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔

(ہفت روزہ الحکم قادیان ۲۸ دسمبر ۳۹ء ص۹)

ہمارے موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے بچپن کا ایک واقعہ حضرت ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب بیان فرماتے ہیں :-

"۱۹۳۹ء میں حضرت مصلح موعود کے پرائیویٹ سیکرٹری حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیّر نے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب سے جن کی عمر ½۱۰ سال کی تھی کہا کہ آپ نے فلاں بات نہایت اچھی کہی ہے میں بہت خوش ہوا ہوں اور میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کو کچھ انعام دوں۔ بتلائیں آپ کو کیا چیز پسند ہے۔ تو حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے برجستہ کہا کہ "اللہ"۔ نیّر صاحب حیران ہو کر خاموش ہو گئے۔

میں نے کہا نیّر صاحب! اگر طاقت ہے تو اب میاں طاہر احمد کی پسندیدہ چیز دے دیجیے۔ مگر آپ کیا دیں گے۔ اس چیز کے لینے کے لیے تو آپ خود ان کے والد کے قدموں میں بیٹھے ہیں۔" (سیرۃ امّ طاہر صفحہ ۲۶۲)

## نماز

خدا کی ہستی پر ایمان لانے کے بعد اس سے تعلق قائم کرنے کا مرحلہ آتا ہے۔ جس کے لیے خدا نے عبادات اور خاص طور پر نماز کو مقرر کیا ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی عمر گیارہ سال کی تھی کہ کوئی شخص حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے لئے کپڑے کا ایک جُبّہ لایا۔ صاحبزادہ صاحب نے حضور سے وہ جُبّہ مانگ لیا اور اُسے پہن کر خدا کے حضور ایک عہد کیا۔ آپ فرماتے ہیں :-

"میں نے اُس کوٹھڑی کا جس میں میں رہتا تھا دروازہ بند کر لیا اور ایک کپڑا بچھا کر نماز پڑھنی شروع کر دی اور میں اس میں خوب رویا خوب رویا خوب رویا اور اقرار کیا کہ اب نماز کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ اِس گیارہ سال کی عمر میں مجھ میں کیسا عزم تھا۔ اِس اقرار کے بعد میں نے کبھی نماز نہیں چھوڑی۔"

(الحکم قادیان ۲۸ دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۹)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے متعلق حضرت مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں :-

"نمازوں میں اکثر حضرت اقدس (بانیٔ سلسلہ) کے ساتھ بیت الذکر میں جاتے اور خطبہ سنتے۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے جب آپ کی عمر دس سال کے قریب ہوگی آپ (البیت الاقصیٰ) میں حضرت اقدس کے ساتھ

نماز میں کھڑے تھے اور پھر سجدہ میں بہت رو رہے تھے۔"

(الفضل ۲۰ر جنوری ۱۹۲۸ء)

## قرآن کی محبّت

جماعت احمدیہ کے تیسرے امام حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب نے ۱۳ سال کی عمر میں پورا قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔

مغربی افریقہ کے ملک سیرالیون کے پہلے حافظِ قرآن ہونے کی سعادت ایک احمدی بچے حافظ غلام احمد سانڈی کے حصہ میں آئی ہے جس نے ربوہ میں ½۱۲ سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔ (ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ جولائی ۸۷ء صفحہ ۱۷)

اِس بچّے نے ربوہ کے مدرسۃ الحفظ میں قرآن حفظ کیا ہے جہاں پاکستان کے علاوہ کئی اور ممالک کے بچے بھی قرآن حفظ کر چکے ہیں۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں میٹرک کے امتحان میں تیاری کر رہا تھا اور امتحان میں چھ ماہ باقی تھے کہ میرے والد حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ قرآن کریم کا کتنا حصّہ ترجمہ کے ساتھ پڑھ لیا ہے؟ میں نے بتایا کہ ساڑھے سات سپارے پڑھ لئے ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ جب تم کالج جاؤ گے تو اِن امور کی طرف توجہ کم ہو جائے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ تم امتحان سے پہلے قرآن مجید کا ترجمہ ختم کر لو اور مجھ سے عشاء کے بعد دو تین رکوع پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ انہوں نے امتحان سے پہلے مجھے پورے قرآن کا ترجمہ سکھا دیا۔ (رفقائے احمد جلد ۱۱ صفحہ ۱۶۴)

## حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ پر ایمان

احمدی بچوں نے حضرت اقدس پر کامل ایمان کا منظر بھی دکھایا۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں :-

"میں نے جب سے ہوش سنبھالا حضرت (اقدس) پر کامل یقین اور ایمان تھا۔" (الفضل ۷ر مارچ ۳۰ء)

پھر فرمایا :-

"میں نے حضرت صاحب کو والد ہونے کی وجہ سے نہیں مانا تھا بلکہ جب میں گیارہ سال کے قریب کا تھا تو میں نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ اگر میری تحقیقات میں وہ نعوذ باللہ جھوٹے نکلے تو میں گھر سے نکل جاؤں گا مگر میں نے اُن کی صداقت کو سمجھا اور میرا ایمان بڑھتا گیا۔"

(الفضل ۶ر جون ۱۹۲۴ء)

## دعوت اِلی اللہ کا شوق

احمدی بچوں میں دعوت اِلی اللہ کا بھی قابلِ رشک شوق موجود ہے۔

جماعت احمدیہ کے دوسرے امام حضرت

مصلح موعود فرماتے ہیں :۔

"بچپن ہی سے میری طبیعت میں (دعوت الی اللہ) کا شوق رہا ہے اور اس (جذبہ) سے ایسا اُنس رہا ہے کہ میں سمجھ ہی نہیں سکتا۔ میں چھوٹی عمر میں بھی ایسی دعائیں کرتا تھا اور مجھے ایسی حرص تھی کہ (دینِ حق) کا جو کام بھی ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو ...... میں اتنا ہو، اتنا ہو کہ قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ ہو جس میں (دینِ حق) کی خدمت کرنے والے میرے شاگرد نہ ہوں۔"

(منصبِ خلافت ص۱۶)

ہمارے موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب فرماتے ہیں :۔

"ایک دفعہ ڈلہوزی میں ایک چرچ میں ہم چلے گئے۔ اُس وقت ہم سکولوں میں پڑھتے تھے۔ وہاں ایک دیسی پادری صاحب تھے اُن سے ہم نے گفتگو شروع کر دی۔ کچھ دیر کے بعد ان کا ایک بڑا پادری آ گیا۔ اس نے جب ہماری باتیں سنیں تو کچھ دیر کے بعد اُس کو ہماری باتوں سے اندازہ ہو گیا کہ ہم احمدی ہیں اس نے آگے بڑھ کر ہم سے پوچھا بچو تم کون ہو؟ کیا تم جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں ہم احمدی ہیں۔ اس نے کہا اچھا! پھر تم سے ہمیں بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ کہہ کر اس نے ہمیں رخصت کر دیا۔"

(الفضل ۲۶ اپریل ۱۹۸۳ء)

مشرقی افریقہ میں ایک احمدی بچہ جس کی عمر سات آٹھ سال کی تھی دعوت الی اللہ کا بہت شوقین تھا اور ہر اتوار کو وہ چھوٹے چھوٹے رسالے لے کر سڑک کے کنارے کھڑا ہو جاتا اور جس شخص کے متعلق اندازہ لگاتا کہ یہ پڑھنا لکھنا جانتا ہے اس کے ہاتھ میں کوئی رسالہ دے دیتا۔ ایک دن اُس نے دیکھا کہ ایک بڑے اچھے لباس میں ایک افریقن پاس سے گزر رہا ہے اس نے اس کے ہاتھ میں رسالہ دے دیا۔ اس نے بڑی خوشی سے اس کو لیا اور چلتے ہوئے اس کو کھول کے پڑھنا بھی شروع کر دیا۔ چند قدم آگے جانے کے بعد وہ واپس آیا اور کہا یہ لو پکڑو اپنا رسالہ۔ اس نے کہا کیوں کیا ہو گیا ہے؟ ابھی تو آپ نے بڑے شوق سے لیا تھا۔ اس نے کہا تم احمدی ہو۔ بچے نے کہا ہاں میں احمدی ہوں۔ وہ افریقن کہنے لگا ہمارے پادری کا حکم ہے کہ کسی احمدی سے کوئی کتاب لے کے نہیں پڑھنی۔ (خالد۔ اپریل مئی ۸۳ء ص۵)

۱۹۲۳ء میں جب ہندوستان میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو ہندو بنانے کی مہم شروع کی تو جماعت احمدیہ نے اس کے خلاف زبردست کوشش

کی اور اِس موقع پر احمدی بچے بھی بڑوں سے پیچھے نہیں رہے۔ ۵ سالہ نوخیز بچے بھی اُن علاقوں میں جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ ایک بارہ سالہ بچے نے اپنی والدہ کو لکھا کہ:۔

"دینِ حق کی اشاعت کرنا بڑوں کا ہی نہیں ہمارا بھی فرض ہے۔ اس لیئے جب آپ دعوتِ الی اللہ کے لیئے جائیں تو مجھے بھی لے جائیں اور اگر آپ نہ جائیں تو مجھے ضرور بھیج دیں" (تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۳۳۶)

## خدمتِ دین

احمدی بچے اپنی عمر اور توفیق کے مطابق دینی خدمات میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔

۱۸۹۷ء میں قادیان کے احمدی نوجوانوں کی ایک انجمن ہمدردانِ (دین) قائم ہوئی جس کے سرپرست حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیروی تھے۔ اور اس کے سات ممبران میں سے ایک سرگرم رُکن حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب تھے جن کی عمر ۸ سال کی تھی یہ انجمن دراصل آپ ہی کی تحریک اور خواہش پر قائم ہوئی تھی۔

آپ نے ایک دفعہ اِس انجمن میں تقریر کی جس کی حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب نے بہت تعریف فرمائی۔

۱۸۹۹ء میں ۱۰ سال کی عمر میں آپ اِس انجمن کے صدر منتخب ہو گئے۔ اگلے سال ۱۱ سال کی عمر میں آپ نے ایک اور انجمن کی بنیاد رکھی جس کا نام حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ نے تشحیذ الاذہان رکھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ احمدی نوجوانوں کو دعوتِ الی اللہ کے لیئے تیار کیا جائے۔

اسی انجمن کے تحت ۱۹۰۶ء میں رسالہ تشحیذ الاذہان کا اجراء ہوا اور آپ خود ہی اس کے ایڈیٹر تھے۔ اس کے متعلق آپ خود فرماتے ہیں:۔

"ہم سات طالب علم تھے جنہوں نے مل کر رسالہ تشحیذ الاذہان جاری کیا۔ کسی سے کوئی مدد ہم نے نہیں لی۔ ایک پیسہ بھی چندہ کسی سے نہیں مانگا۔ اپنے پاس سے ہی سب رقم دی۔ ہاں بعد میں اگر بعض دوستوں نے اپنے طور پر کوئی مدد دی تو وہ لے لی۔ ورنہ سب بوجھ خود اٹھایا۔ کسی سے مضمون بھی نہیں مانگا۔ خود ہی رسالہ کو ایڈٹ کرتے تھے خود ہی چھاپتے اور خود ہی بھیجتے تھے۔ سب کام خود ہی کرتے تھے۔"

(الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۴۱ء)

۱۹۰۷ء میں جب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے پہلی دفعہ وقفِ زندگی کی تحریک فرمائی اس میں مدرسہ احمدیہ کے ایک طالب علم نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا۔ (تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۵۱)

جماعت کے تیسرے امام حضرت صاحبزادہ

مرزا ناصر احمد صاحب اپنے بچپن میں جلسہ سالانہ کی ڈیوٹیوں کے ذکر میں فرماتے ہیں :-

"ہم صبح سویرے جاتے تھے اور رات کو دس بجے گیارہ بجے گھر میں واپس آتے تھے۔ بعض دفعہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کہتے تھے اب تم تھک گئے ہوگے کھانے کا وقت ہوگیا ہے اب تم جاؤ لیکن ہمارا گھر جانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ بس یہ ہوتا تھا کہ دفتر میں بیٹھے ہیں اور عمر کے لحاظ سے جو کام ملتا ہے وہ کر رہے ہیں"

(الفضل ۱۴ ر فروری ۱۹۶۹ء)

۱۹۲۸ء کے جلسہ سالانہ کے پہلے روز سیدنا حضرت مصلح موعود نے احباب جماعت کا غیر معمولی ہجوم دیکھ کر حکم فرمایا کہ اگلے روز اجلاس شروع ہونے سے پہلے پہلے تمام جلسہ گاہ حسب ضرورت وسیع کر دی جائے۔ چنانچہ افسر جلسہ سالانہ حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی زیر نگرانی احمدیہ سکول کے جملہ سکاؤٹ طالبعلموں نے محترم چوہدری عبدالواحد صاحب سکاؤٹ ماسٹر کی زیر قیادت ساری رات نہایت محنت اور جانفشانی سے کام کیا اور صبح ہونے تک جلسہ گاہ کو تین طرف سے حسب ضرورت وسیع کرکے دوبارہ تعمیر کر دیا۔ اس عظیم کام میں چھوٹے اور بڑے سب شامل تھے۔ حضرت مصلح موعود نے اگلے روز صبح جلسہ گاہ ملاحظہ فرمانے پر بڑی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور یہ کارنامہ کامیابی سے سرانجام دینے والوں کیلئے خاص دعا کی ..... نیز حضور کے ارشاد پر افسر جلسہ سالانہ کی طرف سے اس رات کام کرنے والے تمام سکاؤٹوں، کارکنوں اور طالب علموں کو بطور انعام چاندی کے خاص تمغے عطا کئے گئے۔ (یادیں ص ۱۴۴)

## صبر و استقلال

ہمارے موجودہ امام حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب جن دنوں میٹرک کے امتحان کی تیاری میں مصروف تھے آپ کی والدہ سخت بیمار ہو گئیں اور لاہور ہسپتال میں داخل تھیں اس وقت حضرت مصلح موعود نے ارشاد فرمایا کہ طاہر احمد کو لاہور بھیج دیا جائے۔

حضرت میاں طاہر احمد صاحب بڑے صبر اور سکون کے ساتھ تیاری میں مصروف ہو گئے۔ اگلے دن ریاضی کا امتحان تھا۔ انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ان کے استاد کو بھی ان کے ساتھ موٹر میں بھیج دیا جائے تاکہ راستہ میں امتحان کی تیاری ہوتی رہے۔ ابھی موٹر کا انتظام ہو ہی رہا تھا کہ لاہور سے وفات کی خبر آئی اور کہا گیا کہ اب لاہور آنے کی ضرورت نہیں۔

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے نہایت صبر اور اطمینان کے ساتھ اس خبر کو سُنا۔

اور راوی بیان کرتا ہے کہ اس غیر معمولی صبر کی مثال میں نے نہیں دیکھی۔

رات کو آپ کی والدہ کا جنازہ آگیا۔ اور آپ اس حال میں بھی وقت نکال کر امتحان کی تیاری میں مصروف رہے اور اگلے دن صبح امتحان میں شامل ہوئے۔

(الفضل ۱۲ر اپریل ۱۹۴۴ء)

بہت سے احمدی بچے ایسے ہیں جن کے والدین دعوت الی اللہ کے لیئے بیرونی ممالک میں گئے اور کئی برس تک وہاں مقیم رہے ان کے بچے والدین کی قربت سے محروم رہے مگر انہوں نے بے انتہا صبر سے کام لیا اور والدین کی جدائی برداشت کی۔

کئی بچے ایسے ہیں جن کے والدین خدا کی راہ میں مخالفین کے ہاتھ سے مارے گئے اور وہ بچے یتیم ہو گئے مگر انہوں نے نہایت صبر کا نمونہ دکھایا اور خدا یا جماعت احمدیہ کے خلاف کوئی شکایت کا کلمہ منہ سے نہ نکالا۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف کو جب کابل میں سنگسار کر دیا گیا تو ان کی بیوی اور بچوں پر ایسے مظالم کیئے گئے جن کو سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے مگر انہوں نے قابلِ رشک صبر اور استقلال کا نمونہ دکھایا اور ان کی اہلیہ ہر موقع پر یہی فرماتی رہیں کہ اگر احمدیت کی وجہ سے مجھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی مار دیا جائے تب بھی میں اپنے عقائد میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گی۔

(تاریخ احمدیت جلد ۳ صـ ۳۴۹)

اُس احمدی ماں کا ذکر بھی ضروری ہے جس نے دشمن کے حملہ کے دن اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر کپڑے پہنائے، ان کو خوب سجایا اور سنوارا اور کہا بچو اب حملہ ہونے والا ہے تم میرے چار بچے ہو تم میں سے اگر ایک بھی پیٹھ دکھا کر زندہ واپس آیا تو میں اس کو کبھی اپنا دودھ نہیں بخشوں گی جس طرح میں نے تمہاری عید بنائی ہے تم میری عید بنانا اور خدا کی راہ میں ہنستے مسکراتے اپنی چھاتیوں پر وار کھاتے ہوئے جانیں قربان کرنا۔ اس طرح اُس نے اپنے چاروں بیٹے خدا کے حضور پیش کر دیئے مگر خدا کی قدرت نے اُن کو زندہ رکھا۔ (الفضل ۸ر مئی ۱۹۸۳ء)

۱۹۸۴ء سے شروع ہونے والے دورِ ابتلاء میں احمدی بچوں نے بھی ہر قسم کی قربانیاں دی ہیں۔ دین کی خاطر مار بھی کھائی ہتھکڑیاں لگوا کر جیلوں میں بھی گئے۔ اور بڑے عزم و استقلال کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ ہم سچائی کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے۔

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ پر ایمان بہت سی قربانیوں کا مطالبہ کرتا ہے اور احمدی بچوں نے ہر زمانہ میں ایسی قربانیاں پیش کی ہیں۔

چک سکندر کے کچھ بچوں نے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ

کی خدمت میں خط لکھا کہ ہمارا باپ احمدیت سے نکل گیا ہے۔ اور شاید آپ کو ہمارے متعلق بھی یہی اطلاع ملی ہو۔ مگر ہم احمدیت پر قائم ہیں۔ ہم حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ کی نظمیں گھر میں پڑھتے ہیں تو ہمیں سخت مارتا اور تشدّد کرتا ہے اور اس کے بعد ہم روتے پیٹتے کچھ دیر کے لیئے چُپ کر جاتے ہیں مگر پھر دوبارہ نظمیں پڑھنی شروع کر دیتے ہیں۔ اس لیئے ہمارے متعلق یہ خیال نہ کریں کہ ہم احمدیت کو چھوڑ گئے ہیں اور باپ کے ساتھ شامل ہیں۔ ہم احمدیت پر قائم ہیں اور قائم رہیں گے۔

(الفضل ۲۶ر نومبر ۱۹۸۹ء)

## ی غیرت

افریقہ میں ایک احمدی طالب علم ایک عیسائی ادارے میں تعلیم حاصل کرتا تھا۔ ہر کلاس میں اوّل آتا تھا۔ عیسائی پادریوں نے اُسے اپنے دام میں پھنسانا چاہا۔ چنانچہ ایک مرتبہ اسکول میں تقسیم انعامات کے موقع پر اسے ایک ڈبیہ انعام میں دی گئی۔ اس نے ڈبیہ کو کھولا تو اس کے اندر سے صلیب نکلی۔ اُس طالب علم کی غیرتِ ایمانی نے یہ گوارا نہ کیا کہ وہ صلیب کی ڈبیہ انعام میں قبول کرے۔ اس نے یہ کہہ کر کہ مَیں احمدی ہوں آپ کی صلیب قبول نہیں کر سکتا فوراً ڈبیہ اُن کی طرف پھینک دی۔ جس سے مجمع میں سناٹا چھا گیا۔ جملہ حاضرین اس احمدی طالب علم کی غیرتِ ایمانی کو دیکھ کر عش عش کر اُٹھے۔

(الفضل ۲۵ر جنوری ۸۴ء)

## جانی قربانی

جماعت احمدیہ میں جہاں بڑوں نے جانی قربانیاں پیش کی ہیں وہاں کئی ایک بچوں نے بھی یہ اعزاز حاصل کیا ہے۔ فضل داد ابن مکرم ولی داد خان صاحب کو کابل میں ۱۱ر فروری ۱۹۳۹ء کو ۱۲½ سال کی عمر میں احمدی ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا گیا۔

اسی طرح عبداللطیف ابن چوہدری عبدالغفور صاحب کو مانسہرہ میں ۱۲ر ستمبر ۱۹۵۰ء کو ۷ سال کی عمر میں مخالفین نے قتل کر دیا۔

۱۶ر جولائی ۱۹۸۹ء کو چک سکندر میں جن کئی احمدیوں کو ظالمانہ طور پر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ان میں ایک معصوم بچی ۱۰ سالہ نبیلہ بھی تھی جو مکرم مشتاق احمد صاحب کی صاحبزادی تھی۔

## مالی قربانی

احمدی بچے اپنے امام کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے مالی طور پر قربانی کرتے ہیں اور باوجود اس کے کہ وہ کچھ کماتے نہیں اپنے والدین سے لے کر یا جیب خرچ بچا کر یا کوئی رستہ سوچ کر چندہ دیتے ہیں۔

ایک بچے نے تو اس بارہ میں غیر معمولی نمونہ دکھایا۔

ہمارے موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے وقف جدید کے چندوں میں اضافہ کی طرف توجہ دلائی تو مرکز نے اطفال میں معاونین خصوصی کی تحریک چلائی جس میں ہر طفل کو کم از کم ایک سَو روپے وعدہ لکھوانا ہوتا ہے۔

ایک طفل کو جب اِس تحریک سے آگاہ کیا گیا۔ تو اس نے بھی معاون خصوصی بنتے ہوئے ایک سَو روپے کا وعدہ لکھوا دیا۔ مگر اس نے یہ وعدہ اپنے والدین یا بھائیوں سے پیسے لے کر پورا نہیں کیا بلکہ اس نے اخبارات کے کاغذوں سے لفافے بنانے شروع کر دیئے اور روزانہ جتنے لفافے بناتا اگلے دن اُنہیں بازار میں بیچ آتا اور رقم ایک جگہ جمع کر لیتا۔ اس طرح اس نے سَو روپیہ پورا کر لیا اور اپنا وعدہ ادا کر دیا۔ اور وہ بڑا خوش تھا کہ اس نے بغیر کسی سے رقم مانگنے کے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔

حضور کی تحریک پر کئی بچوں نے اپنے گلے جن میں پیسے جمع کرتے تھے توڑ کر پیسے نکالے اور حضور کی خدمت میں بھیج دیئے۔ کئی بچوں نے جن میں لڑکیاں بھی شامل ہیں بزرگوں سے ملے ہوئے انعامات اور تحائف خدا کی راہ پیش کر دیئے۔

حضرت مصلح موعود کی صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ نے ایک تحریک میں اپنا دوپٹہ دے دیا۔ اُس وقت اُن کی عمر صرف چھ سال کی تھی۔ (تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۴۳۲)

## اساتذہ کے لئے دُعا

حضرت مولوی شیر علی صاحب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کے بچپن میں استاد تھے وہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے بچپن کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:۔

"ایک دن کچھ بارش ہو رہی تھی مگر زیادہ نہ تھی۔ بندہ وقت مقررہ پر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سیڑھیوں کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضور نے دروازہ کھولا۔ بندہ اندر آ کر برآمدہ میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ آپ کمرہ میں تشریف لے گئے۔ مَیں نے سمجھا کہ کتاب لے کر باہر برآمدہ میں تشریف لائیں گے مگر جب آپ کے باہر تشریف لانے میں کچھ دیر ہو گئی تو مَیں نے اندر کی طرف دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ آپ فرش پر سجدہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ مَیں نے خیال کیا کہ آج بارش کی وجہ سے شاید آپ سمجھتے تھے کہ مَیں حاضر نہیں ہوں گا۔ اور جب مَیں آ گیا ہوں تو آپ کے دل میں خاکسار کے لیئے دعا کی تحریک ہوئی ہے۔ اور آپ بندہ کے لیئے دعا فرما رہے ہیں۔ آپ بہت دیر

تک سجدہ میں پڑے رہے اور دُعا فرماتے رہے۔"
(الفضل ۵ر نومبر ۱۹۲۸ء)

## دوسروں کا خیال رکھنا

سیدنا حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں :۔

"ایک دفعہ بچپن کے ایام میں مَیں گھوڑے پر سوار ہُوا۔ گھوڑا تھا مُنہ زور قصبہ سے باہر نکلتے ہی وہ بے لگام ہو گیا۔ مَیں نے ہر چند اسے روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہ رُکا۔ اس حالت میں موضع بسرانواں کے قریب پہنچ گیا جہاں مَیں نے دیکھا کہ گھوڑا جس رُخ واپس جا رہا تھا اُس کے سامنے ایک غیر آباد بغیر منڈیر کے کنواں تھا اور اس کے پاس ہی چند قدم پر بچّے کھیل رہے تھے۔ اس وقت مَیں نے سوچا اگر اپنی جان بچانے کی کوشش کرتا ہوں اور بچّوں کی طرف گھوڑے کا رُخ کرتا ہوں تو میری ایک جان کے بدلے کئی جانیں ضائع ہونے کا خطرہ ہے اور اگر ان کو بچاتا ہوں تو دوسری طرف کنواں ہے جس میں گھوڑے کے گرنے کی وجہ سے اپنی جان کے جانے کا خطرہ ہے۔ اُس وقت مَیں نے یہی فیصلہ کیا کہ میرا اخلاقی فرض ہے کہ مَیں اپنی جان کی پرواہ نہ کروں۔ چنانچہ مَیں نے گھوڑے کو سیدھا جانے دیا۔ خدا کی شان گھوڑا سرپٹ دَوڑ رہا تھا عین کنویں کی منڈیر کے پاس پہنچ کر یکدم رُک گیا۔" (الفضل ۱۴ر مارچ ۱۹۲۷ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (جماعت احمدیہ کے تیسرے امام) اپنے بچپن کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"مَیں قادیان میں مدرسہ احمدیہ میں پڑھتا تھا۔ ایک دن مَیں رات کو گھر کی سیڑھیوں سے اُترا تو مدرسہ احمدیہ کے طلباء قطار بنا کر نماز عشاء کے لئے بیت الاقصیٰ کی طرف جا رہے تھے کہ مَیں بھی اس لائن میں شامل ہو گیا مگر اندھیرے میں کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ میرا پاؤں ایک طالب علم کے سلیپر پر لگا اور وہ سمجھا کہ کوئی لڑکا اُس سے شرارت کر رہا ہے وہ پیچھے مُڑا اور ایک چپیڑ مجھے لگا دی۔ اس کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ کسے مَیں چپیڑ لگا رہا ہوں اور کیوں لگا رہا ہوں۔ مجھے خیال آیا کہ اگر مَیں اس کے سامنے ہو گیا تو اس کو بہرحال شرمندگی اُٹھانی پڑے گی۔ اس خیال سے مَیں ایک طرف ہو گیا اور جب پندرہ بیس

# جماعت احمدیہ کی عالمگیر خدمات کا اعتراف

## حکومت سیرالیون کی طرف سے جماعت احمدیہ کے جشن تشکر کے موقع پر یادگاری ٹکٹ کا اجراء

جماعت احمدیہ کو عالمگیر سطح پر جن تعلیمی اور تربیتی خدمات کی توفیق مل رہی ہے بہت سے ممالک میں ان خدمات کو سراہا جا رہا ہے۔ ان ممالک میں سیرالیون بھی ہے جہاں جماعت احمدیہ کے جشن تشکر کی خوشی میں ایک یادگاری ڈاک ٹکٹ جاری کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے سیرالیون کی حکومت قابل تحسین ہے کہ وہ دنیا کی واحد حکومت ہے جو سرکاری طور پر جماعت احمدیہ کے صد سالہ جشن تشکر کی خوشی میں شامل ہوئی ہے۔

یہ ٹکٹ ۸ر جون ۱۹۸۹ء کو منظر عام پر آیا۔ ٹکٹ جاری کرنے کی تقریب کا اہتمام مین پوسٹ آفس فری ٹاؤن کے ہال میں کیا گیا تھا جہاں پولیس کا بینڈ صبح آٹھ بجے سے ہی اپنی سریلی دھنوں سے عوام کی کشش کا موجب رہا۔ مین پوسٹ آفس فری ٹاؤن کی سب سے پُررونق سڑک پر واقع ہے۔ اس تقریب کو حکومت نے سرکاری تقریب قرار دیا۔

احمدیہ سیکنڈری سکول فری ٹاؤن کے طلباء نے دوران تقریب اُن ممالک کے جھنڈے تھام رکھے تھے جن میں احمدیت اپنے پاؤں مضبوطی سے جما چکی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ۸۰۰ طلباء ایک ترانۂ احمدیت سریلی آواز سے پڑھ رہے تھے۔

تقریب میں چیف سیکرٹری وزارت مواصلات مسٹر ماطوری مہمان خصوصی کی حیثیت سے تشریف لائے۔

مسٹر ماطوری نے اپنے خطاب میں تقریب کی اہمیت بیان کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کی طبّی اور تعلیمی خدمات کو سراہا اور کہا کہ اس ٹکٹ کا اجراء اس بات کی علامت ہے کہ گورنمنٹ جماعت احمدیہ کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتی ہے اور جماعت احمدیہ کی خوشیوں میں برابر کی شریک ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ جب

جماعت احمدیہ دوسری جوبلی منا رہی ہوگی اُس وقت نہ معلوم کتنے ممالک جماعت احمدیہ کی خدمات کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے یادگاری ٹکٹ جاری کریں گے۔

تقریب کے اختتام پر امیر جماعت احمدیہ مکرم مولانا مبشر احمد صاحب نے مہمانِ خصوصی کا شکریہ ادا کیا اور اُن مُلکوں کی تعداد بتائی جن میں احمدیت کا پودا لگ چکا ہے۔

اس کے بعد مسٹر ماطوری نے پہلی ٹکٹ خرید کر ٹکٹ کی خریداری کا افتتاح کیا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس یادگاری ٹکٹ کے اجراء کا ذکر کرتے ہوئے جلسہ سالانہ لنڈن کے دوسرے روز اپنے خطاب میں فرمایا کہ ٹکٹ آج تو چند پیسوں یا چند روپوں کا ہوگا لیکن آئندہ زمانے میں اس کی قیمت لاکھوں تک پہنچنے والی ہے۔ اور آپ کی نسلیں بڑے فخر کے ساتھ یہ ٹکٹ پیش کریں گی کہ ایک زمانہ تھا کہ جب دنیا میں ایک ہی حکومت تھی جس نے احمدیت کے جشنِ تشکر کے موقع پر اِس حُسنِ خُلق کا مظاہرہ کیا۔

خدا حکومتِ سیرالیون کو اِس حُسنِ خُلق کا مظاہرہ کرنے پر ترقیات سے نوازے اور سیرالیون میں بہت سے لوگ احمدیت کی طرف کھنچے چلے آئیں۔

---

# نتائج سالانہ امتحان اطفال الاحمدیہ

## ستارہ اطفال

| | | | |
|---|---|---|---|
| عطاء المجیب | ربوہ | اوّل | ۹۹/۱۰۰ |
| لقمان احمد | موسے والا | دوم | ۹۸/۱۰۰ |
| شاہد احمد | ربوہ | سوم | ۹۷/۱۰۰ |

## ہلال اطفال

| | | | |
|---|---|---|---|
| منصور احمد | وحدت کالونی لاہور | اوّل | ۹۹/۱۰۰ |
| نعیم احمد | سیالکوٹ | دوم | ۹۶/۱۰۰ |
| محمد احسن اختر | ربوہ | سوم | ۹۵/۱۰۰ |

## قمر اطفال

| | | | |
|---|---|---|---|
| خالد نوری | راولپنڈی | اوّل | ۹۳/۱۰۰ |
| طارق نوری | " | دوم | ۹۱/۱۰۰ |
| رضوان احمد | ربوہ | سوم | ۹۰/۱۰۰ |

## بدر اطفال

| | | | |
|---|---|---|---|
| ملک قمر عزیز | ربوہ | اوّل | ۹۹/۱۰۰ |
| شاہد رشید | گلبرگ لاہور | دوم | ۹۸/۱۰۰ |
| ممتاز احمد گھمن | واہ کینٹ | | ۹۶/۱۰۰ |

(مہتمم اطفال)

# سفید پرندے

فخر الحق شمس

★ یہ ۱۹۴۴ء کی بات ہے، آسام و برما کی سرحد پر منی پور کے پہاڑوں میں کوہیما کا محاصرہ کیا گیا تھا۔ وہ ایک متفرق فوج کا فرد تھا جو پہاڑوں کے اندر حملہ آور جاپانیوں کے محاصرے میں تھی۔ جنگ کے دوران وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خندق کے اندر بیٹھا تھا۔ اُسے چند منٹ کے لئے ایک سینئر آفیسر نے باہر بُلایا اور اُسی لمحے بم کا ایک ٹکڑا عین اُس مقام پر آکر گرا جسے چند سیکنڈ پہلے اُس نے چھوڑا تھا اور جو ساتھی اُس کے ساتھ بیٹھے تھے وہ اس ناگہانی آفت کا شکار ہو گئے۔ وہ ۱۹۴۴ء میں دوسری جنگِ عظیم کے دوران لیفٹیننٹ تھا اور ہندوستان اور برما کی سرحد پر لڑنے والی آرمی میں متعین تھا۔ تحقیق و تجسس کا شوق اُسے بچپن ہی سے ملا تھا جو عمر کے ساتھ ساتھ بڑھ رہا تھا۔ اسی شوق نے اُسے تاریخ کی طرف متوجہ کیا اور اس نے ہندوستان کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا۔ ہندوستان کے متعلق اُسے جہاں جہاں سے معلومات ملتیں وہ نوٹ کر لیتا۔ اس کے شوق کو دیکھتے ہوئے اسی یونٹ کا ایک حوالدار کلرک اس آفیسر سے ملا اور کہا کہ جناب ہندوستان کی تاریخ اُس وقت تک نامکمل رہے گی جب تک آپ تاریخ کے اِس اہم واقعہ کو درج نہ کریں گے جو ہندوستان کی سرزمین پر واقع ہوا۔ آفیسر بہت حیران ہوا کہ وہ کونسا ایسا واقعہ ہے جس کے بغیر تاریخ ادھوری سمجھی جائے گی۔ پھر حوالدار نے سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ سب کچھ سُن کر وہ بہت متاثر ہوا اور اسی سلسلہ میں قادیان گیا اور کچھ عرصہ بعد احمدیت کی آغوش میں آگیا۔ تو ساتھیو! یہ تھا ایک سفید پرندہ محترم بشیر احمد آرچرڈ صاحب جنہوں نے نخلستانِ احمدیت کا پانی پیا۔ آپ سے پہلے یورپ میں انگلستان کے جناب اسپیرو (MR. G. SPARROW) نے ۱۹۱۴ء میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے

ذریعہ سے احمدیت قبول کی تھی۔ آپ کے نام کے معنیٰ ہی پرندہ یا چڑیا کے ہیں۔

انہی پرندوں کے بارے میں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ایک رؤیا دیکھی جس میں آپ کو سفید پرندے دکھائے گئے جو آپ پکڑ رہے ہیں۔ آپ اپنی کتاب ازالۂ اوہام جلد دوم ص۳۷۷ میں اس رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"مَیں نے دیکھا کہ مَیں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلّل بیان سے دینِ حق کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے مَیں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو مَیں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ مَیں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔ ........"

اِس طرح خدا تعالیٰ مغربی دنیا کو دینی عِلم حاصل کرنے کی سعادت بخشنا چاہتا تھا۔ تاکہ اس میں اُن کا بھی حصّہ ہو جائے۔ کیونکہ مغربی ملکوں کی دینی سچائیوں کے ساتھ نسبت بہت کم رہی ہے۔ اب خدا تعالیٰ ان لوگوں پر نظرِ رحمت ڈالنا چاہتا اور سفید پرندے دینِ حق کی طرف لانا چاہتا تھا۔

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ ہمیشہ دعا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ یورپین لوگوں کو احمدیت کے لیے زندگی وقف کرنے کی توفیق عطا فرمائے چنانچہ ۲۳ر اکتوبر ۱۹۰۳ء کو اپنی اس خواہش کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:-

"ہم ہمیشہ دعا کرتے ہیں اور ہماری ہمیشہ سے یہ آرزو ہے کہ یورپین لوگوں میں سے کوئی ایسا نکلے جو اِس سلسلہ کے لیے زندگی کا حصّہ وقف کرے۔"

(البدر مورخہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۰۳ء)

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیّہ کی دعاؤں کا پہلا ثمر حضرت مصلح موعود کے عہد میں جان برین آرچرڈ بنے جو بعد میں بشیر احمد آرچرڈ کہلائے۔ انہیں ایک احمدی حوالدار کلرک عبدالرحمٰن صاحب دہلوی کے ذریعہ احمدیت کا پیغام ملا۔ آپ احمدیت کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے قادیان تشریف لائے۔ قادیان کی زیارت کے بارے میں آپ نے اپنی خود نوشت داستان میں لکھا:-

"قادیان کی زیارت نے مجھ پر گہرا اثر ڈالا کیونکہ دینِ حق کو اس روشنی میں دیکھنے کا موقعہ ملا جو اِس سے پیشتر کہیں میسّر نہ آئی تھی۔ اس نیک اثر سے جو اس جگہ نے اور وہاں کے لوگوں نے جن سے مجھ کو ملنے کا موقع ملا

میرے دل میں ایک خاص رشتہ الفت پیدا کر دیا۔"

قادیان میں قیام کے دوران آپ نے حضرت مصلح موعود سے ملاقات کا شرف بھی حاصل کیا۔ اس سفر کے بعد آپ نے شراب کی عادت ترک کر دی اور احمدیت کا مطالعہ جاری رکھا۔ آخر کار آپ پر حقیقت کھل گئی اور آپ بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد آپ کے انگریز ساتھیوں نے آپ کو بہت پریشان کیا اور اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ احمدیت پر زیادہ سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ قائم ہوتے چلے گئے۔ نمازیں باقاعدگی سے پڑھنی شروع کر دیں اور داڑھی بھی رکھ لی۔ اس پر انگریزوں نے آپ کو اور تنگ کرنا شروع کر دیا۔ آخر کار آپ نے ملازمت چھوڑ دی اور اپنی زندگی دین کے لیئے وقف کر دی اور انگلستان میں دینی خدمات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ کے بارہ میں حضرت مصلح موعود نے فرمایا:۔

"اس شخص کی حالت یہ ہے کہ یہ باقاعدہ تہجد پڑھتا ہے۔ نمازیں باجماعت ادا کرتا ہے۔ لمبی لمبی دعائیں کرتا ہے۔ منہ پر داڑھی رکھتا ہے۔ اور اس کی شکل دیکھ کر سوائے چہرہ کے رنگ کے کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ یہ انگریز ہے۔ بلکہ ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ یہ بہت پرانا احمدی ہے۔ اگر یورپ کا رہنے والا ایک شخص اپنے اندر اتنا تغیر پیدا کر سکتا ہے کہ وہ نمازوں کا پابند ہو جاتا ہے' تہجد ادا کرتا ہے اور تمام شعائر... کو خوشی کے ساتھ اختیار کرتا ہے تو ہندوستان یا کسی اور ملک کا رہنے والا کیوں ان باتوں پر عمل نہیں کر سکتا۔"

(قیام پاکستان اور ہماری ذمہ داریاں)

★

اس کے بعد ہم البانیہ کے سفید پرندہ کے بارے میں بتاتے ہیں۔ یہ شریف دوتسا صاحب تھے۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ یورپ کے وہ پہلے احمدی ہیں جنہوں نے خدا کی راہ میں جان قربان کی۔ آپ کے خاندان کو کمیونسٹ حکومت نے بے دردی سے ہلاک کر دیا تھا۔

شریف دوتسا صاحب ایک با اثر البانوی اور وہاں کے رئیس تھے جو البانیہ اور یوگوسلاویہ دونوں میں اثر و رسوخ رکھتے تھے اور یوگوسلاویہ کی پارلیمنٹ میں نمائندہ تھے۔ جنگ سے پہلے احمدی ہو گئے تھے۔ بہت مخلص تھے۔ اُن کے خاندان کو البانیہ کی حکومت نے صرف اس لیئے قتل کروایا کہ وہ کمیونسٹ حکومت کے مخالف تھے اور اپنے حقوق کا دفاع کر رہے تھے۔

حضرت مصلح موعود اُن کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"یہ خون رائیگاں نہیں جائے گا۔
اس کا ایک ایک قطرہ چلّا چلّا کر
خدا تعالیٰ کی مدد مانگے گا۔ اس کی رطوبت
کھیتوں میں جذب ہوکر وہ غلّہ پیدا
کرے گی جو ایمان کی راہ میں قربانی
کرنے کے لئے گرم اور کھولتا ہوا خون
پیدا کرے گا۔"

★★★

مکرم ہدایت اللہ ھبش صاحب (آف مغربی جرمنی) بھی ان سفید پرندوں میں شامل ہیں جن کے بارے میں حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے رؤیا دیکھا تھا۔ آپ ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے قبولِ احمدیت کے بعد اپنی دنیاوی زندگی کو مکمّل طور پر خیرباد کہہ کر اپنا سارا وقت خدمتِ دین کے لئے وقف کر دیا۔ نہ صرف آپ جماعتی خدمات میں پیش پیش ہیں بلکہ آپ نے مالی قربانی کے میدان میں بھی صفِ اوّل میں رہ کر اپنا اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے۔ آپ نے قبولِ احمدیت کے ساتھ ہی ۱/۳ حصّہ کی وصیّت کی اور صد سالہ جوبلی فنڈ میں سب سے زیادہ وعدہ کرکے اس کی ادائیگی کی توفیق پائی (الحمد للہ)

آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ جماعتِ احمدیہ کے دو امام حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے جرمنی کے دوروں کے دوران آپ کو اُن کے ترجمان ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ مکرم مسعود احمد صاحب جہلمی سابق مربّی جرمنی ان کی قبولِ احمدیت کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:۔

"یہ ۱۹۷۰ء کے اوائل کا ذکر ہے کہ ایک روز فرینکفرٹ بیت الذکر کے دروازے پر دستک ہوئی۔ خاکسار دروازہ پر گیا تو سامنے ایک بدحال اور پراگندہ بال نوجوان کھڑا تھا۔ اس کی پتھرائی سی آنکھیں اور یہ حالت دیکھ کر قدرے تردّد کے ساتھ اندر آنے کی دعوت دی۔ اس نوجوان نے بتایا کہ اس پر جنّات کا قبضہ ہے۔ کچھ دیر کے بعد جب مَیں نے یہ تاثر دیا کہ صاحب! آپ اپنی راہ لیں اور مجھے کچھ کام کرنے دیں تو اس نوجوان نے معاملہ کو بھانپ لیا اور مجھ سے کہا گویا تم مجھ سے چھٹکارا چاہتے ہو۔ اس پر مَیں سخت کھسیانا ہوا اور کہا نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ چائے پیش کی۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد یہ نوجوان رخصت ہوا۔....

جب حضرت مرزا ناصر احمد صاحب امام ثالث (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) فرینکفرٹ دورے پر تشریف لائے تو یہی نوجوان جسے حضور کی تشریف آوری کا کوئی علم نہ تھا بیت الذکر میں پہنچ گیا۔ اس کی ہیئت کذائی دیکھ کر باہر ڈیوٹی پر کھڑے خدام نے اُسے

اندر جانے سے روکا اُس نے اندر جانے پر اصرار کیا۔ بالآخر بات خاکسار تک پہنچی۔ خاکسار بیت الذکر میں بیٹھا تھا خطبہ جمعہ شروع ہونے والا تھا۔ خاکسار نے باہر جاکر دیکھا تو وہی نوجوان تھا۔ خدام سے کہا کہ انہیں اندر آنے دیں۔ یہ آکر دوسرے نمازیوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔ نماز کی ادائیگی کے بعد خاکسار نے اس کا تعارف حضور سے یوں کروایا کہ یہ صاحب شاعر ہیں اور ہپی خیالات کے ہیں۔ اس پر حضور نے اس نوجوان کو مخاطب ہوکر جو فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ دنیا بے ثبات ہے اور اصل زندگی تو حیاتِ آخرت ہے۔ اِس دنیا کے علائق میں محو ہوکر اُخروی زندگی کو بھولنا نہیں چاہیئے۔ یہ نوجوان مسلسل سر جھکائے بیٹھا رہا۔ خدا تعالیٰ کے پیارے بندے کی نگاہوں نے اس مُشتِ خاک کی کایا پلٹ دی۔ یہ مجلس تو برخاست ہوئی۔ بندۂ خدا کی نگاہیں کام کر گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خادم حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے والہانہ عشق نصیب ہوا جو اَب اُن کی نظم و نثر سے ظاہر ہے۔

★★★

سنہری رنگ کی خوبصورت مکمل داڑھی، بلند قامت، چہرے پر روحانی تازگی، آواز میں دھیما پن، مزاج میں نرمی اور خاکساری۔ یہ ہیں امیر جماعت احمدیہ مغربی جرمنی جن کا نام عبداللہ واگس ہاؤزر ہے۔ آپ جرمن قوم کا ایک شیریں روحانی پھل ہیں اور بلاشبہ ان سفید پرندوں میں سے ہیں جن کا ذکر حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی رؤیا میں فرمایا ہے۔ آپ ۱۹۷۷ء میں احمدیت کی نعمت سے بہرہ ور ہوئے۔ اس کے بعد آپ مسلسل اپنے اخلاص اور جذبۂ دین میں ترقی کرتے رہے۔

پہلے آپ دینِ حق کو دقیانوسی مذہب سمجھتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۷۷ء میں ڈاکٹر مبارک صاحب کے کہنے پر آپ نے قادیان کا سفر اختیار کیا۔ جب عبداللہ صاحب قادیان پہنچے تو وہ دن جلسہ سالانہ قادیان کا دوسرا دن تھا۔ وہاں دیگر ممالک سے دوسرے غیر ملکی بھی ملے، ایک جرمن احمدی سے بھی ملاقات ہوئی جو پہلے سے شناسا تھے۔ وہ مختلف امور کے بارہ میں عبداللہ صاحب کو باتیں بتاتے رہے جس کے نتیجہ میں بتدریج ذہن میں دینِ حق کے بارہ میں غلط فہمیاں دُور ہوتی گئیں اور اس پیارے مذہب کی محبت دل میں گھر کرتی گئی۔ ایک عجیب قلبی سکون ملا اور ایک دن بالآخر بیعت کرکے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوگئے اور

وقت گزرنے کے ساتھ اچھی تربیت کے نتیجہ میں نظامِ جماعت کا حصہ بنتے چلے گئے اور مختلف عہدوں پر جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔ قادیان میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ رفیق حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے آپ کا نام عبداللہ رکھا۔ بعدازاں ہر سال آپ کو جلسہ سالانہ قادیان اور جلسہ سالانہ ربوہ میں شرکت کی توفیق ملتی رہی۔ ۱۹۷۸ء میں آپ کی شادی ربوہ میں ہوئی۔

۱۹۸۷ء کے وسط میں آپ ناظم صحتِ جسمانی خدام الاحمدیہ مغربی جرمنی، ۱۹۷۹ء میں آپ فرینکفرٹ میں قائد خدام الاحمدیہ، ۱۹۸۲ء میں نیشنل قائد خدام الاحمدیہ مغربی جرمنی مقرر ہوئے۔ اور پھر ۱۹۸ء میں آپ کو حضور پُرنور ایدہ اللہ تعالیٰ جرمنی کا امیر مقرر فرمایا اور ۱۹۸۶ء کی شوریٰ جو کولون مشن میں منعقد ہوئی اس میں شوریٰ کے نمائندگان نے کثرتِ رائے سے آپ کو امیر منتخب کیا جس کی حضور پُرنور نے از راہِ شفقت منظوری عنایت فرمائی۔

آپ جرمن ایرلائن لفتھانسا میں ملازم ہیں فیملی اور چار بچوں کے باپ ہونے کے باوجود آپ ملازمت کے آٹھ گھنٹوں کے بعد سارا وقت بیت الذکر نُور اور گروس گیراؤ کے دفتر میں جماعتی کاموں کی انجام دہی میں گزارتے ہیں۔ اور اپنی کئی دلچسپیوں، ذاتی کاموں اور آرام کو قربان کر کے انتھک محنت کر رہے ہیں۔

# نیا سال

(مکرم عبدالرشید شاہد)

نیا سال لایا نئے حوصلے
نیا جوش و جذبہ نئے وَلولے

آلام و مصائب یہ ظلم و ستم
نہ گھبراؤ، پانی کے ہیں بُلبلے

تھے پہلے بھی اور اب بھی ہیں مُستعد
فدا دیں پہ ہونے کو سب منچلے

عَلَم کو ہمالہ سے اُونچا کیئے
ہیں پیہم رواں احمدی قافلے

ترقّی کرے گی نہیں اِس میں شک
خدائی جماعت، کوئی خواہ جَلے

نہ روکے گئے ہیں کسی سے کبھی
خدا نے جو جاری کیئے سلسلے

ہے دستورِ قدرت اَزل سے یہی
لکھا ایزدی کا نہ ہرگز ٹلے

ہیں مدّت سے شاہدؔ سبھی منتظر
کہ کب ہم سے آقا ہمارا ملے

تاریخِ احمدیت کا ایک اہم موڑ

# جماعتِ احمدیہ کے دوسرے مرکز ربوہ کا قیام

(انتصار احمد نذر)

احمدیت کا آغاز ایک گمنام سی بستی قادیان سے ہوا تھا۔ اُس وقت چند لوگوں کے سوا اس بستی کو اَور کوئی نہیں جانتا تھا۔ لیکن خدا نے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ (اللہ آپ پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے) کو بتایا کہ یہ بستی ترقی کرے گی اور لوگ کثرت سے اس بستی کا رُخ کریں گے اور دُور دُور سے لوگ یہاں آئیں گے۔ لیکن قادیان کی ترقی کے ساتھ حضرت اقدس کو ۱۸ ر ستمبر ۱۸۹۴ء کو الہام ہوا "داغِ ہجرت" اس سے یہ پتہ چلتا تھا کہ احمدیت کو اپنا مرکز چھوڑنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ ۱۹۴۱ء میں جماعت احمدیہ کے دوسرے امام حضرت فضلِ عمر (اللہ آپ سے راضی رہے) نے بھی ایک رؤیا دیکھا جس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ "داغِ ہجرت" کے الہام کے پورا ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔

۱۹۴۷ء میں پاکستان قائم ہوا تو سکھوں نے برصغیر پاک و ہند کے نہتے مسلمانوں پر ایسے انسانیت سوز مظالم ڈھائے جن کے تصوّر سے بھی رُوح کانپ اُٹھتی ہے۔ قتل و غارت کے ان شعلوں نے رفتہ رفتہ جماعت احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جب احمدیوں کا قادیان میں رہنا ناممکن ہو گیا تو حضرت فضل عمر نے پاکستان ہجرت کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت مصلح موعود نے قادیان چھوڑتے وقت تین صد سے کچھ زیادہ افرادِ جماعت کو قادیان میں رہ کر مقدس مقامات کی حفاظت کا فریضہ سپرد کیا۔

حضرت مصلح موعود باقی احمدیوں کے ساتھ ۳۱ ر اگست ۱۹۴۷ء کو قادیان سے لاہور آ گئے اور وہاں تقریباً دو سال تک قیام فرمایا۔ وہیں مختلف شعبہ جات کے

عارضی دفاتر بھی قائم کر دیئے گئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حضور نے حضرت نواب محمد دین صاحب کی یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ نئے مرکز کے لیئے جگہ تلاش کریں۔

آخر کافی تلاش کے بعد دریائے چناب کے پاس ایسا رقبہ مل گیا جو بالکل بنجر اور صدیوں سے غیر آباد چلا آتا تھا۔ یہ رقبہ جو ۱۰۳۴ ایکڑ پر مشتمل تھا گورنمنٹ سے خرید لیا گیا۔

۱۹۴۷ء کے آخر میں ایک دفعہ حضرت مصلح موعود سرگودھا تشریف لے گئے۔ استہ میں حضور نے ربوہ کی موجودہ جگہ یکھی اور فرمایا :۔

"جو جائے پناہ خواب میں دیکھی تھی، یہ پہاڑیاں اور ظاہری علامات خواب کے مطابق ہیں مگر یہ جگہ ایسی سرسبز نہیں۔ ممکن ہے ہماری کوششوں سے یہ جگہ سرسبز ہو جائے۔"

## ربوہ کا محلّ وقوع

محلّ وقوع کے لحاظ سے ربوہ دریائے چناب کے مغربی کنارے پر واقع ہے جہاں شرقاً غرباً پھیلی ہوئی پہاڑیوں کا ایک سلسلہ پایا جاتا ہے۔ یہ پہاڑیاں ربوہ کے لیئے قدرتی فصیل کا کام دیتی ہیں اور بہت خوبصورت نظارہ پیش کرتی ہیں۔

## نئے مرکز کا نام

۱۶ ستمبر ۱۹۴۸ء کو لاہور میں ایک میٹنگ میں نئے مرکز کے لیئے مختلف نام تجویز کیئے گئے۔ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس نے نئے مرکز کا نام ربوہ تجویز کیا۔ جسے حضرت مصلح موعود نے منظور فرما لیا۔

حضرت مصلح موعود نے ایک موقع پر نئے مرکز کے نام کے بارے میں ارشاد فرمایا :۔

"نئے مرکز کا نام ربوہ تجویز کیا گیا ہے جس کے معنے بلند مقام اور پہاڑی کے ہیں۔ یہ نام اس نیک فال کے طور پر تجویز کیا گیا ہے کہ خدا اس مرکز کو حق و صداقت اور روحانیت کی بلندیوں تک پہنچنے کا ذریعہ بنائے۔"

## سرزمینِ ربوہ میں آبادی کی طرف پہلا قدم

۱۹ ستمبر ۱۹۴۸ء کو مکرم عبدالسلام صاحب اختر اور مکرم مولوی محمد صدیق صاحب نے سرزمینِ ربوہ میں پہلا خیمہ نصب کیا۔ اور یوں آہستہ آہستہ جنگل میں منگل ہونے لگا۔

## ربوہ کا افتتاح

۲۰ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ربوہ کا باقاعدہ افتتاح عمل میں آیا۔ حضرت مصلح موعود نے لاہور سے ربوہ تشریف لا کر پہلے ایک بڑے مجمع

کے ساتھ نماز ظہر ادا کی۔ اس مجمع میں ربوہ کے اِرد گِرد کے علاقوں کے احمدی احباب شامل ہوئے۔ بعد میں اِن شامل ہونے والوں کی ایک فہرست تیار کی گئی۔ اس کے بعد حضرت مصلح موعود نے ایک پُراثر اور درد سے بھری ہوئی تقریر کی اور بعد میں دعا کروائی۔ دعا کے بعد برکت کے خیال سے پانچ بکرے ذبح کیے گئے

اس کے بعد حضرت مصلح موعود نے ابراہیمی دعاؤں کے ساتھ اس نئے مرکز کا افتتاح فرمایا۔

## نئے مرکز میں مخلصین احمدیت کا پہلا اجتماع

۱۵ر اپریل ۱۹۴۹ء کو نئے مرکز میں جلسہ سالانہ منعقد ہوًا۔ جس میں حضرت مصلح موعود نے تقریر کرنے کے بعد سجدہ میں گر کر نئے مرکز کی ترقی اور برکت کی دعا کی۔ حضور کے ساتھ باقی دوست بھی سجدہ میں گر گئے۔

## حضرت مصلح موعود کی ربوہ میں مستقل رہائش

۱۹ر ستمبر ۱۹۴۹ء کو حضرت مصلح موعود کے ربوہ میں مستقل رہائش کے لیئے تشریف لانے کے ساتھ ہی قادیان سے ہجرت کی تکمیل ہوئی۔ جب حضرت مصلح موعود دریائے چناب کے پُل پر تشریف لائے تو وہاں رُک کر حضور نے قبلہ رُخ کھڑے ہوکر بعض مسنون دعائیں پڑھیں۔ ربوہ میں داخل ہونے کے بعد بھی حضور نے سارے دوستوں کے ساتھ ان دعاؤں کو دُہرایا۔

حضرت مصلح موعود کی ربوہ میں مستقل رہائش کے ساتھ ہی ربوہ کی تعمیر و ترقی کا آغاز ہوًا۔ اور آہستہ آہستہ کچے مکانات بننے لگے۔ ربوہ کے باسیوں کے لیئے شروع میں سب سے بڑا مسئلہ پانی کی عدم دستیابی تھا۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ربوہ کی زمین نہایت بنجر اور ناقابلِ آبادی تھی۔ لیکن یہ تو صرف حضرت مصلح موعود کی اولوالعزمی اور عالی ہمتی تھی کہ ایسی جگہ پر نئے شہر کی بنیاد رکھ دی۔ پہلے بھی کئی لوگوں نے اس سرزمین سے پانی نکالنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے اور انہوں نے جتنے نلکے بھی لگائے ان کا پانی بدذائقہ نکلا اور جب ڈاکٹروں کو دکھایا گیا تو انہوں نے اسے پینے کے ناقابل قرار دیتے ہوئے کہا کہ اِس پانی میں زہریلے اثرات ہیں اور اس کا استعمال انسانی صحت کے لیئے مضر ہے۔ لیکن جب حضرت مصلح موعود کے حکم پر ربوہ کے مختلف حصوں کا بور کیا گیا تو پانی نکل آیا لیکن وہ پانی نمکین تھا۔ بعد میں کئی جگہوں سے میٹھا پانی بھی نکل آیا اور یوں اس زمین میں خدا کی رحمت نے چشمۂ رواں جاری کر دیا۔

ربوہ کی آبادی بڑھنے کے ساتھ ساتھ

یہاں سرکاری محکمے بھی قائم ہونے شروع ہو گئے۔ ۲۸ مارچ ۱۹۴۹ء کی شام تک ربوہ کا عارضی ریلوے سٹیشن قائم ہو چکا تھا اور یکم اپریل ۱۹۴۹ء سے نئے مرکز ربوہ کے لیئے گاڑیوں کی آمد و رفت شروع ہوئی۔

اسی طرح ۱۴ جنوری ۱۹۵۱ء کو ایک کچی عمارت میں پوسٹ آفس کھولا گیا۔ ۲۹ جنوری ۱۹۵۱ء کو اس کے ساتھ تار گھر بھی کھول دیا گیا۔

۱۲ مئی ۱۹۵۱ء کو ربوہ میں پہلا ٹیلیفون نصب ہوا۔ جو پبلک کال آفس ڈاکخانہ میں نصب کیا گیا تھا۔ اور پھر ۱۰ جنوری ۱۹۵۷ء سے ٹیلیفون ایکسچینج نے کام شروع کر دیا۔

## بجلی کی رَو کی ترسیل

۹ جنوری ۱۹۵۴ء کو ربوہ کے لیئے بجلی کا نیا کنکشن ملا۔ اس کا افتتاح حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے "بیت المبارک" کی بجلی کا سوِچ آن کرکے کیا۔

غرض آہستہ آہستہ ویران اور بنجر زمین پر خدا کے ایک برگزیدہ کے فرزند کے ہاتھوں ایک شہر آباد ہو گیا۔

قادیان کی ہجرت سے لے کر ربوہ میں حضرت مصلح موعود کی مستقل رہائش تک ہر موقع پر جماعت کو تائیدِ خداوندی حاصل رہی۔ اور خود ربوہ کا قیام بھی تو ایک بہت بڑا الٰہی نشان تھا۔ ساری جماعت کو اپنا مرکز قادیان چھن جانے کا جو دُکھ پہنچا نئے مرکز کے قیام نے اس غم کو ہلکا کر دیا اور خدا نے ایک دفعہ پھر امام جماعت کی برکت سے احمدیوں کو امن کے ساتھ جگہ دی۔

آج جماعت احمدیہ کے سو سال پورے ہونے پر ہمارے لیئے شکر کا مقام ہے کہ تاریخ کے اس اہم موڑ پر خدا نے ساری جماعت کی حفاظت فرمائی اور ایک مرکز کے چھن جانے پر دوسرا مرکز عطا کر دیا۔ آج ربوہ ایک خوبصورت اور صاف ستھرا شہر ہے۔ اور شہر میں لگے ہوئے جا بجا درخت اس شہر کی سرسبزی میں اضافہ کیئے ہوئے ہیں۔ یقیناً یہ سب کچھ اس اولوالعزم انسان کی ہمت، عزم، ارادے اور دعاؤں سے ہوا جس کے بارے میں خدا نے فرمایا تھا کہ

"وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا"

آپ نے ربوہ کے قیام کے ساتھ ساتھ اسکے قائم رہنے کی بھی خوشخبری دی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

"یہ کبھی وہم نہ کرنا کہ ربوہ اُجڑ جائے گا۔ ربوہ کو خدا تعالیٰ نے برکت دی ہے۔ ربوہ کے چپہ چپہ پر اللہ اکبر کے نعرے لگے ہیں۔ ربوہ کے چپہ چپہ پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ اس زمین کو کبھی

(باقی صفحہ ۳۵ پر)

کہانی

# "خدا دیکھ رہا ہے"

(مکرمہ سیّدہ منیرہ ظہور صاحبہ ربوہ)

سعد نے ہوش سنبھالا تو دنیا اُسے بڑی دلچسپ اور حسین لگی۔ شہر کے باہر پہاڑیوں کے دامن میں ندیوں کا شور کرتے ہوئے گزرنا اُسے بہت بھاتا۔ اُس کا دل جھوم اُٹھتا۔ بازار سے گزرتا تو دُکانوں پر سجے ہوئے کھلونے اور ملبوسات دیکھ کر اس کا جی چاہتا کہ وہ سارے کھلونے، سارے اچھے کپڑے خرید کر اپنے گھر لے جائے اور پھر وہ اور اس کے گھر والے ان ملبوسات کو پہن کر لوگوں کے درمیان سربلند ہو کر کھڑے ہو سکیں۔ اور وہ اپنے دوست طارق کو یہ کھلونے دکھا سکے کہ دیکھو میرے پاس بھی ہیں۔ لیکن جونہی وہ جیب میں ہاتھ ڈالتا تو پھٹی ہوئی جیب سے اس کا ہاتھ باہر نکل جاتا۔ اس کے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ ایک بار اُس نے گیند بلّے کی فرمائش ماں سے کر ہی دی۔ بے چاری پریشان ہو گئی۔ گھر میں کھانے کو بھی کچھ نہ تھا۔ سو مجبور ماں نے اُسے ایک تھپڑ جڑ دیا اور بولی کھلونے خریدوں گی تو روٹی کہاں سے کھائیں گے۔ محلوں کے خواب مت دیکھو، ہوش میں آؤ۔ اُس وقت تو وہ بہت رویا۔ لیکن جب اُس نے گھر کے سامنے والے میدان میں بیٹھ کر سوچا تو بات اُس کی سمجھ میں آ گئی تو اُس نے اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے دل میں عہد کیا کہ اب ماں سے کبھی کوئی فرمائش نہیں کروں گا۔ جب وہ چھ سال کا ہو گیا اُس کے باپ نے اُسے اسکول میں داخل کروا دیا۔

یہاں تو ایک نئی دنیا تھی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے ازراہِ ہمدردی فیس معاف کر دی تھی اور کتابیں و کپڑے بھی دلوا دیئے تھے لیکن اُس کی آنکھیں دوسرے لڑکوں کے بستوں پر لگی رہتیں۔ کتابوں میں رکھے ہوئے پیسے اور قیمتی اشیاء لے اُڑتا۔ خوب کھاتا پیتا، عیش کرتا۔ ماں باپ سمجھتے کہ خوب پڑھ لکھ رہا ہے۔ لیکن ایک دن جبکہ ہیڈ ماسٹر صاحب کی پوری تنخواہ اُن کے بٹوے سے نکال رہا تھا تو چپڑاسی نے پکڑ لیا اور پھر اس کو خوب مار پڑی۔ بس اُس دن سے گھر سے بھاگ گیا۔ ماں باپ بیچارے تلاش کرتے کرتے تھک گئے۔ برسوں گزر گئے آخر صبر کر لیا۔ ماں کی پیاسی نگاہیں اب بھی دروازے کی طرف لگی رہتیں اور ذرا سی آہٹ پر وہ چونک اُٹھتی۔

سعداب ایک ڈاکو بن چکا تھا جو دن دہاڑے پستول دکھا کر لوگوں سے نقدی اور زیورات چھین کر لے جاتا اور لوگ دیکھتے رہ جاتے۔ اس کے پاس بے شمار گڑیاں، کھلونے اور ریشمی کپڑے تھے۔ اُس کا جی چاہتا کہ دُنیا سے سب کچھ چھین لے۔ لیکن ایک رات جبکہ باہر بادل اور بجلی کے شور سے فضا لرز رہی تھی وہ اکیلا بیٹھا بیتے دنوں کو یاد کر رہا تھا۔ چھوٹی بہن کے جسم پر جھولتے ہوئے چیتھڑے، ماں کی پھٹی چادر پر جا بجا پیوند اور باپ کے جسم پر سدا نامکمل لباس، اور وہ خود محلے کے سب بچوں میں سے گندا اور سہما سہما رہنے والا لڑکا جو ہر وقت اِس احساس میں مبتلا رہتا تھا کہ میں اِن بچوں کے ساتھ کھیلنے کے قابل نہیں ہوں۔ اور اب بظاہر وہ شہر کے معززین میں شمار ہوتا تھا۔ لیکن اُس کے اندر کا چور اُسے ہر محفل سے کچھ نہ کچھ چُرا لینے پر مجبور کر دیتا۔ اُس کا جی چاہتا کہ وہ اندر باہر سے ایک جیسا ہو، شیشے کی طرح صاف و شفاف۔ اِسی وجہ سے وہ اکثر نادم سا رہتا۔ اور اُسے وہ روتی ہوئی لڑکی اچھی طرح یاد تھی جو ٹرین میں سفر کر رہی تھی اور اس کی ماں سو چکی تھی لہذا اُس نے پستول دکھا کر چپکے سے اُس کی چوڑیاں اُتروالی تھیں۔ لڑکی کی معصوم آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے لیکن وہ ایک لفظ بھی نہ بول سکی تھی۔ اُسے وہ بہت پیاری لگی تھی اور اس کا جی چاہا کہ وہ اس کی چوڑیاں دوبارہ اُس کے ہاتھ میں پہنا دے لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ کاش کہ وہ اسے کہیں مل جائے اور وہ اُس کو چوڑیاں واپس کر کے معافی مانگ لے۔ اِسی خیال میں وہ جانے کب تک بیٹھا رہا۔ پھر اچانک اُس نے سوچا کہ کسی بزرگ سے یہ نسخہ پوچھا جائے کہ میں چوری کی عادت کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ یہ سوچ کر اُس نے خود کو ہلکا پھلکا محسوس کیا اور پھر سو گیا۔

سونے کے زیورات کے دو بکس اُس کے پاس تھے۔ ریشمی کپڑوں کے تھان اُس کی چارپائی کے نیچے پڑے تھے۔ لیکن وہ بے چین تھا، بھوکا اور پیاسا تھا۔ صبح سویرے اُٹھ کر نہا دھو کر وہ اپنے خالقِ حقیقی کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا اور خدا سے اپنی بھٹکی ہوئی زندگی کو راہِ راست پر لانے کی التجا کی۔ وہ اِس قدر رویا کہ اُس کے اُٹھے ہوئے ہاتھ آنسوؤں سے بھیگ گئے۔ اس نے بے دلی سے ناشتہ کیا اور بے مقصد گھومنے نکل گیا۔ یہ شہر سے باہر جانے والی ایک سنسان سڑک تھی۔ وہ ایک اچھا سا سُوٹ پہنے بظاہر بے حد خوش نظر آنے والا انسان اندر سے کس قدر ویران کھنڈر ہو رہا تھا۔ وہ چلتے چلتے جنگل میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور اُسے اونگھ آگئی اچانک اُسے کسی کے کراہنے کی آواز سُنائی دی۔ وہ آواز کی سمت چل دیا۔ چند قدم دُور ایک جھونپڑی نظر آئی۔ وہ ڈرتے ڈرتے اندر چلا گیا۔ گھاس کے نرم بستر پر کوئی لیٹا

ہوا تھا۔ وہ آگے بڑھا ایک بوڑھا آدمی جس کی داڑھی پیٹ تک بڑھی ہوئی تھی اور کپڑوں سے بھی پسینہ کی بو آ رہی تھی۔ سعد نے اس کی تشویشناک حالت دیکھ کر پاس پڑے ہوئے مٹکے سے پانی ڈالکر اُس کو پلایا۔ بوڑھے کی جیسے جان میں جان آئی اُس نے تشکر بھری نگاہوں سے سعد کو دیکھا اور بولا تم کون ہو؟ "ایک بھٹکا ہوا مسافر!" بوڑھا پھر خاموش ہو گیا اور سعد رات بھر اس کی تیمارداری میں مصروف رہا۔ صبح جبکہ چمکیلی دھوپ جھونپڑی کے اندر تک پھیل چکی تھی وہ دونوں خاموش تھے۔ سوچوں میں گم سعد نے جذبۂ عقیدت سے بوڑھے کے سامنے جھکتے ہوئے کہا آپ مجھے کوئی نصیحت کر دیں۔ بوڑھے نے کہا تم نے ابھی تک نہ تو مجھے اپنا نام بتایا، نہ ہی کوئی پہچان، نہ ٹھکانہ۔ معلوم ہوتا ہے تمہارے دل پر کوئی بہت بڑا بوجھ ہے۔ سعد نے اپنا نام بتایا اور پھر اوّل تا آخر اپنی داستان کہہ سنائی۔ "اچھا یہ بات ہے"۔ وہ بزرگ کچھ دیر تو سعد کو تکتے رہے پھر بولے "میرے پاس آنے سے تمہارا کیا مقصد ہے؟"۔ سعد نے کہا میرا دل اِس گندے کاروبار سے اُکتا گیا ہے آپ بتائیں میں اِس گندی عادت سے کیسے چھٹکارا حاصل کر سکتا ہوں۔ بوڑھے بزرگ کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک نمایاں ہوئی اور اُس نے بڑی محبت سے سعد کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا اگر تم میری بات پر عمل کر سکو تو اِس کا علاج بڑا آسان ہے۔" وہ کیا!" سعد تقریباً اُچھل پڑا اور پھر بوڑھے کے قدموں پر جھک گیا "جلدی بتائیں مہربان بزرگ، وہ کیا نسخہ ہے؟ میں اُس پر ضرور عمل کروں گا"۔ بزرگ نے آہستہ آہستہ سعد کا جھکا ہوا سر اُوپر اُٹھایا اور اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولا "چوری کرتے وقت تم یہی سمجھتے ہو نا کہ تمہیں کوئی نہیں دیکھ رہا، کیوں ہے نا یہی بات؟"۔ "ہاں!" اُس نے اپنا سر اثبات میں ہلایا۔ "تو پھر ہر بُرا کام کرتے وقت یا چیز چُراتے وقت یہ یاد رکھو کہ "خدا دیکھ رہا ہے"۔ جب اِس جملے پر تمہیں پُورا یقین ہو جائے گا اور تم اپنے ہر عمل پر خدا کو نگران پاؤ گے تو گناہ سرزد نہیں ہوگا۔ کیا تم ایسا کر سکتے ہو؟ "ہاں میں ایسا کر سکتا ہوں" سعد نے پُرعزم لہجے میں کہا۔ "تو پھر تم جاؤ اور میرے پاس تب آنا جب تم اِس پر عمل کرنے کے قابل ہو جاؤ"۔ اور پھر یہ جملہ سعد کا وظیفہ بن گیا۔ کئی بار اُس کے ہاتھ اور پاؤں اُس کی آنکھیں اور دل اُس سے بغاوت پر آمادہ ہوئے لیکن اس کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ اُس نے لُوٹا ہوا مال کسی نہ کسی بہانے اُس کے مالکوں کو لوٹا دیا اور پھر ایک تاجر کے ہاں اُسے اچھی ملازمت مل گئی اور کافی روپیہ کما کر وہ ایک دن اپنے گھر لوٹ آیا۔ اِس کی بہن بن بیاہی بیٹھی تھی، ماں اُس کی راہ دیکھتی اندھی ہو چکی تھی اور باپ سڑک کے کنارے بھیک مانگ رہا تھا۔ وہ باپ کو اُٹھا کر گھر لایا اور اس کے قدموں پر گر کر معافی مانگی اور بہن کی شادی ایک اچھے گھرانے میں کر دی۔ اپنا مکان

(باقی صفحہ ۴۶ پر)

# "بیت گیا ہے آدھا دن"

(مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ)

بچّو جاگو آج بھی تم سے جیت گیا ہے آدھا دِن
گھور اندھیرا دُور ہُوا بیت گیا ہے آدھا دِن

سارے کام ادھورے رہتے ہیں گر دیر سے جاگو
دَوڑ میں پیچھے رہ جاؤ گے بچّو بھاگو بھاگو

آج نماز قضاء کر دی ہے کل نہ ایسے کرنا
تم پر واجب اس کا پڑھنا اور پھر وقت پہ پڑھنا

رُوح کی غذا ہے یہ پانی تم پی لو دیر نہ کرنا
بوند بوند ملے جب پانی تب بنتا ہے جھرنا

پیار کے میٹھے بول ہوں لب پر میٹھی سی مسکان
کِھلتا پھُول۔ گلاب سا چہرہ ہو تیری پہچان

اللہ کا سایہ ہو سر پر پل پل ہر ہر آن
سینے میں قندیل سی روشن ہاتھ میں ہو قرآن

جھُوٹ سے بچ کر رہنا تم یہ زہروں کا زہراب
کھُل جائے تو کھو دیتا ہے انسانوں کی آب

سچ کی عادت اپنا کر تم سدا رہو گے شاد
سچّے لوگوں کی رہتی ہے دل میں برسوں یاد

ماں اور باپ کا کہنا مانو "اُف نہ انہیں کہو"
وہ بچّہ ہی کیا ہے جو فرمانبردار نہ ہو

محنت سے پڑھنا لکھنا پڑھ کر بننا انسان
بچّو دین کی خدمت کرنا مت بننا شیطان

بچپن کا یہ وقت گزر جائے تو کب آتا ہے
جیون بھر ہر کوئی اس کو کھو کر پچھتاتا ہے

موتی تو پانی میں ہے تم چھوڑو ساحل کی ریت
ورنہ پچھتاؤ گے جب چڑیاں چُگ جائیں کھیت



# لطیفے ہی لطیفے

- ماں (بیٹے سے) بتاؤ آملیٹ کسے کہتے ہیں؟
بیٹا: جو آم لیٹے ہوئے ہوں انہیں آملیٹ کہتے ہیں۔

- مالک: ارے تم نے یہ لیٹر پوسٹ کیوں نہیں کیا؟
نوکر: جناب! شہر کے تمام لیٹر بکسوں پر تالا لگا ہؤا تھا۔

- پولیس آفیسر (چور سے) تم گھر میں آخر کیوں گھسے تھے؟
چور: جناب! دروازے پر خوش آمدید کا بورڈ پڑھ کر۔

- استاد (شاگرد سے) کس قدر بُری بات ہے کہ تم مار کھا کر بھی ہنس رہے ہو؟
شاگرد: جناب! آپ ہی نے تو کہا تھا کہ مصیبت کا وقت ہنس کر ٹالنا چاہیئے۔

- استاد (شاگرد سے) دیکھو تم بار بار پیچھے دیکھ کر نقل کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔
شاگرد: جناب! مَیں پیچھے نقل کرنے کیلئے نہیں دیکھتا۔
استاد: (غصہ سے) تو پھر کس لیئے دیکھ رہے ہو؟
شاگرد: جی! پرچہ پر لکھا ہؤا ہے پیچھے دیکھئے۔

- ڈاکٹر (مریض سے) مجھے یہ کہتے ہوئے شرم آ رہی ہے کہ جو چیک آپ نے مجھے دیا تھا وہ بینک سے واپس آ گیا ہے۔
مریض: جناب! حساب برابر ہو گیا ہے۔ جس بیماری کا آپ نے علاج کیا تھا اُس کی علامات بھی واپس آ رہی ہیں۔

- استاد (شاگرد سے) کیا تم بتا سکتے ہو کہ چڑیا ایسے کون سے کام کر سکتی ہو مَیں نہیں کر سکتا۔
شاگرد: کیا آپ پلیٹ میں غسل کر سکتے ہیں؟

- ایک کسان ایک ماہر نفسیات کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ جناب! رات مَیں نے

خواب دیکھا کہ مَیں بَیل بن گیا ہوں اور گھاس کھا رہا ہوں۔
ماہرِ نفسیات نے کہا اِس میں فکر کرنے کی کونسی بات ہے خواب تو خواب ہے۔
کسان نے کہا۔ جناب! فکر کی بات یہ ہے کہ جب مَیں صبح بیدار ہوا تو آدھی چٹائی کھا چکا تھا۔

● ٹکٹ چیکر: جناب ٹکٹ۔
مسافر: جناب! یہ آزاد مُلک ہے۔ مُلک ہمارا ہے۔ ٹرینیں ہماری ہیں۔ بسیں ہماری ہیں۔
ٹکٹ چیکر: تو جناب جیلیں بھی آپ ہی کی ہیں۔ آئیے تشریف لے چلئے۔

● ایک غیر حاضر دماغ پروفیسر سے اُس کی بیوی نے کہا آپ کو معلوم ہے ہمارا مُنّا چلنے لگا ہے۔
"کب"؟ پروفیسر نے چونک کر پوچھا۔
"یہی کوئی آٹھ دن سے" بیوی نے جواب دیا۔
اِس پر پروفیسر غصّے سے بولے۔ تم مجھے اب بتا رہی ہو اب تک تو وہ بہت دُور نکل چکا ہوگا"۔

● ایک اسکول میں ایک اُستانی نے بچّوں سے پوچھا ایک شخص ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوا تو بتاؤ آج اس کی عمر کیا ہوگی۔
ایک لڑکے نے فوراً سوال کیا۔ پہلے یہ بتائیے وہ عورت ہے یا مرد؟

● ایک دوست: تمہارے گھر کی مکھیاں بہت تنگ کر رہی ہیں۔
جب سے آیا ہوں پیچھا ہی نہیں چھوڑتیں۔
دوسرا دوست: مَیں بھی ان کی اِس عادت سے بہت پریشان ہوں۔ جو بھی گندی چیز دیکھتی ہیں اُس پر بیٹھ جاتی ہیں۔
(ظفر احمد اُپل۔ لاہور)

# جواہر ریزے!

★ حاسد آدمی کو اُس کا نفس موت سے پہلے مار دیتا ہے۔
★ عمل سب سے بڑی نیکی ہے اور سرداری کی علامت ہے۔
★ داناؤں کی زبان میں خدا کی طاقت ہوتی ہے۔
★ جب جیب خیرات کرکے خالی ہو جاتی ہے تو دل خوشی اور اِنبساط سے بھر جاتا ہے۔
★ جو شخص ارادے کا پکّا ہو وہ دنیا کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکتا ہے
★ کیچڑ مت اُچھالو۔ دوسرے اس سے آلودہ ہوں یا نہ ہوں لیکن تمہارے ہاتھ ضرور آلودہ ہو جائیں گے۔ (شاہد محمود۔ عزیز آباد کراچی)

# پہیلیاں

(۱) دیکھی ہے اک ایسی رانی
کھائے ہَوا اور پیئے وہ پانی
جو بھی اس کے آگے آئے
مار کے چیخ وہ اُسے ڈرائے

---

(۲) اُس کے بازو ہیں نہ ٹانگیں
پھر بھی مارے خوب چھلانگیں
اُچھلا کُودا دَوڑ کے آیا
سب نے مار کر پرے بھگایا

---

(۳) ایک ہے ایسا کاریگر
دیکھا اس کا خوب ہُنر
پُتلے وہ دن رات بنائے
ایک سے ایک نہ ملنے پائے

---

(۴) اس کا پیٹ ہے اور نہ آنت
ذرا ذرا سے اس کے دانت
جو شئے پائے کاٹ گرائے
آگے آگے بڑھتی جائے

---

(۵) اس سے خود بولا نہ جائے
پر جب کوئی اُسے بُلائے
مُنہ میں ڈال کے وہ اک گولی
تو یہ کتنے زور سے بولی

---

(۶) جب بھی آیا شور مچایا
آپ کو اپنے پاس بُلایا
آپ نے پھر جلدی سے آکر
بات سُنی ہے کان لگاکر

---

(شکیل احمد خان۔ ڈیریانوالہ)

## جوابات

(۱) کار    (۲) فٹ بال
(۳) خدا تعالیٰ    (۴) درانتی
(۵) بندوق    (۶) ٹیلی فون

# ناصرات کے صفحات

## گاجر کی کھیر

اشیاء :-

گاجر : ۲ کلو
دودھ : ۵ کلو
ثابت چاول : ا کلو
چینی : ا کلو
بادام : ایک چھٹانک
خشک ناریل : ایک چھٹانک
کشمش : ایک چھٹانک
کیوڑہ : چند قطرے
الائچی ایک تولہ

ترکیب :-

گاجروں کو دھو کر پہلے چھیل لیں اور پھر کدوکش کر لیں ۔ دودھ میں الائچی ڈال کر اُبال لیں گاجریں اور چاول دودھ میں ڈال دیں اور چمچہ چلاتی رہیں ۔ جب گاجریں اور چاول گل جائیں تو اس میں چینی ، باریک کٹا ہوُا ناریل ، کیوڑہ اور کشمش ڈال دیں ۔ جب کھیر گاڑھی ہو جائے تو بادام ڈال کر اُتار لیں ۔ لیجئے لذیذ کھیر تیار ہے ۔

(صفیہ کلثوم اعوان)

★

## تکّہ بوٹی

اشیاء :-

۱- بغیر ہڈی کا گوشت ۔ آدھ سیر
۲- دہی ۔ ایک چھٹانک
۳- گرم مصالحہ پسا ہوُا ۔ ایک چائے کا چمچہ
۴- نمک مرچ ۔ حسب ذائقہ
۵- ادرک ۔ ایک چھٹانک
۶- لہسن ۔ چھ جوئے
۷- سوکھا دھنیا پسا ہوُا ۔ ایک چمچہ
۸- سفید زیرہ ۔ ایک چمچہ
۹- گھی ۔ ایک چھٹانک

ترکیب :-

گوشت کے ٹکڑوں کو اُبال لیں ۔ جب نیم گلے ہوں تو پانی خشک کر کے اُتار لیں ۔ سب مصالحہ پیس کر دہی میں ملا دیں اور گوشت کے ٹکڑوں کو ٹھنڈا کر کے اُن پر لگا دیں ۔ یہ ٹکڑے سیخ پر چڑھا دیں اور کوئلوں پر کباب کی طرح سُرخ کر لیں ۔ ساتھ ساتھ ان پر ذرا ذرا گھی ٹپکاتے جائیں ۔ سُرخ ہونے پر اُتار لیں ۔ اور کٹی ہوئی پیاز اور سلاد کے ساتھ پیش کریں ۔ (بشریٰ صدیقہ بٹ ۔ تتلے عالی)

## چند گھریلو ٹوٹکے

- سفید تلوں کو بھینس کے دودھ میں رگڑ کر رات کو سوتے وقت چہرے پر مل لیں۔ صبح اُٹھ کر صابن سے چہرہ دھو ڈالیں۔ اِس طرح چھائیاں دُور ہو جائیں گی اور چہرہ کھِل اُٹھے گا۔
- چہرے پر بُرے لگنے والے دانوں پر کالی مرچ کو صندل کی طرح گھس کر چہرے پر چار روز تک لگائیں تو دانے دُور ہو جائیں گے۔
- چھائیوں اور دانوں کے لیئے پپیتے کا استعمال کار آمد ثابت ہوتا ہے۔ اِس کا استعمال جگر کی گرمی کو دور کر دیتا ہے اور اِس سے چہرہ صاف ہو جاتا ہے۔
- رات کو ایک گلاس دودھ میں دو چمچ شہد ملا کر پینے سے رنگ صاف ہو جاتا ہے۔
- کھٹی لسی سے روزانہ چہرہ مل مل کر دھونے سے بھورے رنگ کے تل ہلکے ہو جاتے ہیں۔
- مہندی کا رنگ تیز کرنا ہو تو اُس میں دودھ، قہوہ اور سرسوں کا تیل ملا کر لگائیں۔
- سر کی خشکی دُور کرنے کے لیئے مُولی کا پانی نکال لیں اور اس میں تھوڑا سا سرسوں کا تیل ملا کر لگائیں۔ یہ عمل ہفتے میں ایک بار ضرور کریں اور غذا اچھی کھائیں۔
- بالوں کی سکری دُور کرنے کے لیئے ایک اونس گندھک، پاؤ بھر پانی میں ملا کر اس سے بال اچھی طرح دھو ڈالیں سکری دُور ہو جائے گی۔ نیز بال نرم اور چمکدار ہوں گے۔

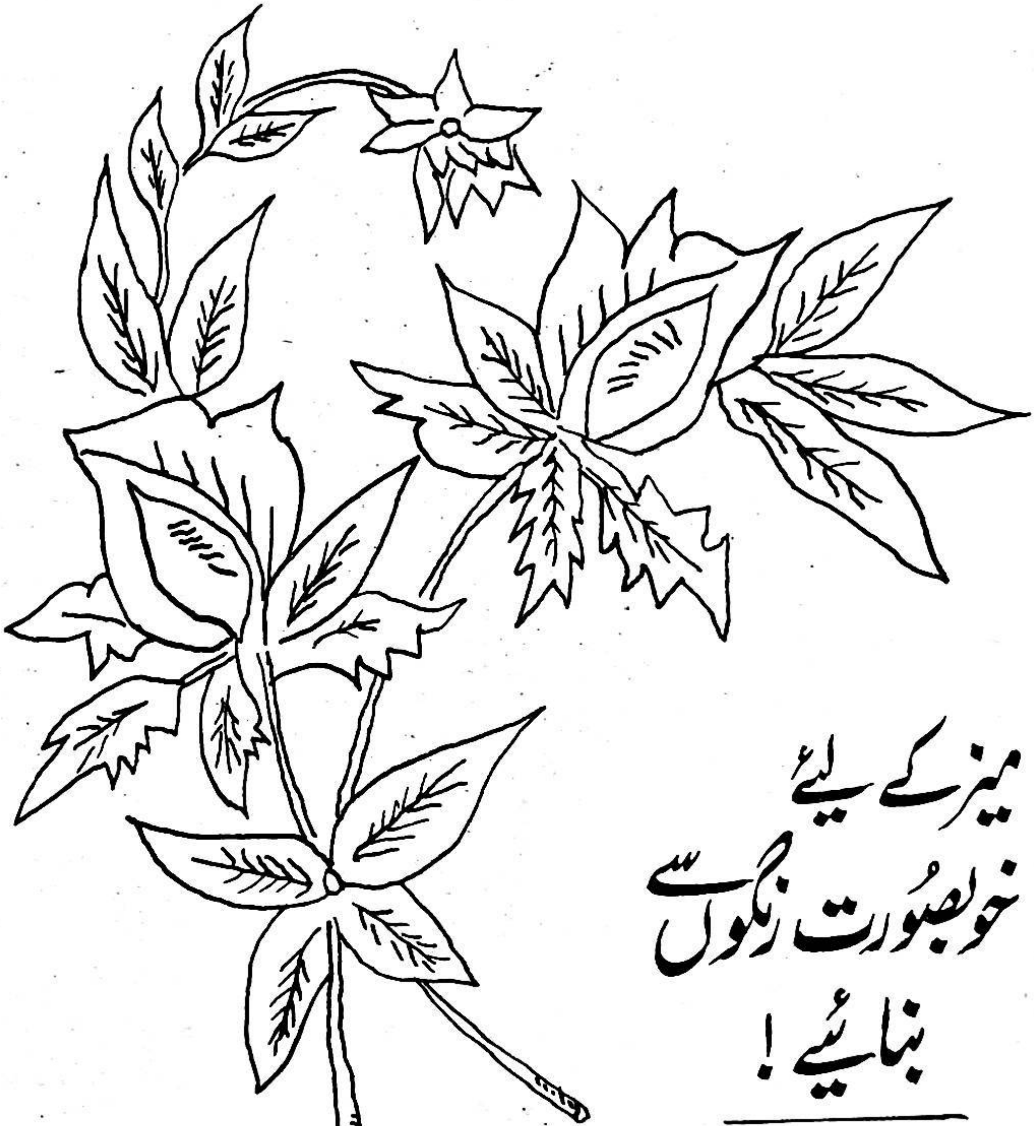
(صفیہ کلثوم اعوان - ربوہ)

---

## مُفید باتیں

- ہمیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر مضطرب نہیں ہونا چاہیئے۔ انہیں حقیر سمجھ کر بھلا دینا چاہیئے۔ یاد رکھیئے زندگی اِس قدر مختصر ہے کہ اسے مزید چھوٹا بنانا ناممکن ہے۔
- مسرّت کے حصول کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہم ان چیزوں سے متعلق پریشان ہونا چھوڑ دیں جن پر ہمیں کوئی اختیار نہیں۔
- گزرے ہوئے کل کے آہنی دروازے بند کر دو پھر تم بالکل محفوظ ہو۔
- کل کا بوجھ گزشتہ کل سے ملا کر اگر آج اٹھایا جائے تو مضبوط ترین انسان کے قدم بھی ڈگمگا جائیں گے۔

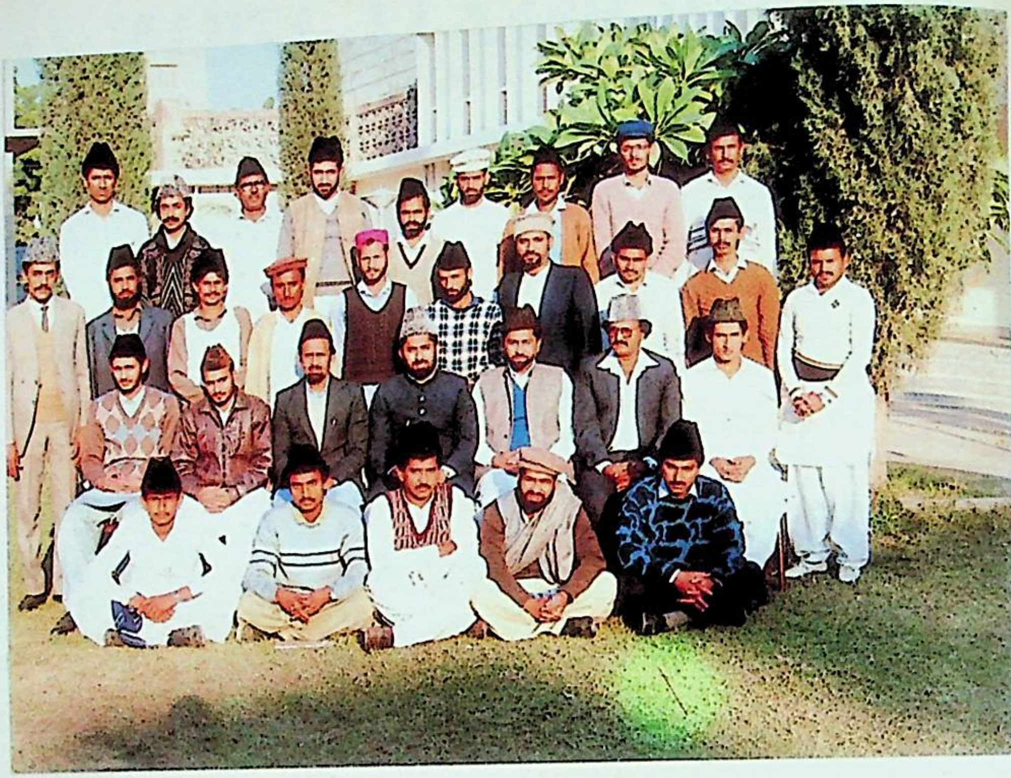
(امۃ الحی - سعد اللہ پور)



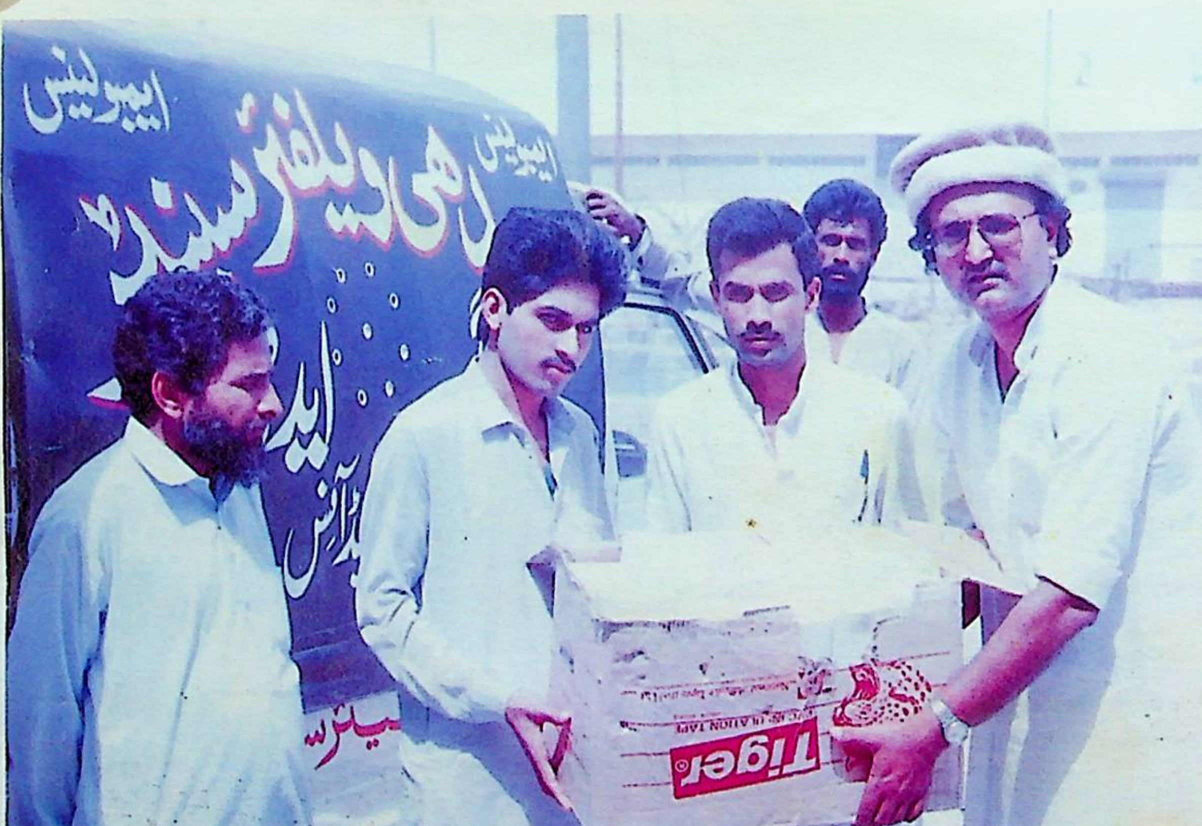
میز کے لیئے
خوبصورت رنگوں سے
بنائیے!

مبارکہ شمس ۔ ربوہ

احمدیہ صد سالہ جشن تشکر ۱۸۸۹ - ۱۹۸۹



ناظمین اطفال اضلاع صدر مجلس خدام الاحمدیہ کے ہمراہ




مجلس اطفال الاحمدیہ ضلع کراچی نے ۲۳ مارچ ۱۹۸۹ء کو ایدھی سنٹر کے بچوں کے لئے تحفہ پیش کیا

*Monthly* TASH-HEEZ-UL-AZHAN *Rabwah*
. NO. L 7128 DECEMBER 1989 JANUARY 1990